"گوشۂ حضرت مولانا غلام محی الدین احمد مکھڈی"

۱۵

سہ ماہی کتابی سلسلہ

قندیلِ سلیمان

جولائی تا ستمبر ۲۰۱۷ء

خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی، مکھڈ شریف (اٹک)

نظامیہ دارالاشاعت خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی، مکھڈ شریف (اٹک)

سہ ماہی کتابی سلسلہ

قندیلِ سلیمان

مکھڈ شریف (اٹک)

15

جولائی تا ستمبر ۲۰۱۷ء

مدیر

محمد ساجد نظامی

مدیرِ منتظم

ڈاکٹر محمد امین الدین

مدیرِ معاون

ڈاکٹر محسن علی عباسی

مجلسِ مشاورت

ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر ۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سید شاکر القادری چشتی نظامی ۔ مدیرِ اعلیٰ "فروغِ نعت" اٹک

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد ۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

پروفیسر محمد نصر اللہ معینی ۔ منہاج انٹرنیشنل یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر طاہر مسعود قاضی ۔ الخیر یونیورسٹی، آزاد کشمیر

محمد عثمان علی ۔ ایم فل اسکالر، استنبول یونیورسٹی ترکی

قانونی مشیر	منصور اعظم (ایڈووکیٹ)، راولپنڈی
سرکولیشن منیجر	فدا حسین ہاشمی ۔ (راولپنڈی)
تصاویر	خالد محمود قریشی ۔ (اٹک)
کمپوزنگ	قاضی ذوالقرنین احمد ۔ (حضرو، اٹک)

ہدیہ: سالانہ 700 روپے — فی شمارہ 175 روپے

رابطہ:
0343-5894737 — 0333-5456555
0346-8506343 — 0334-8506343
e-mail: sajidnizami92@yahoo.com
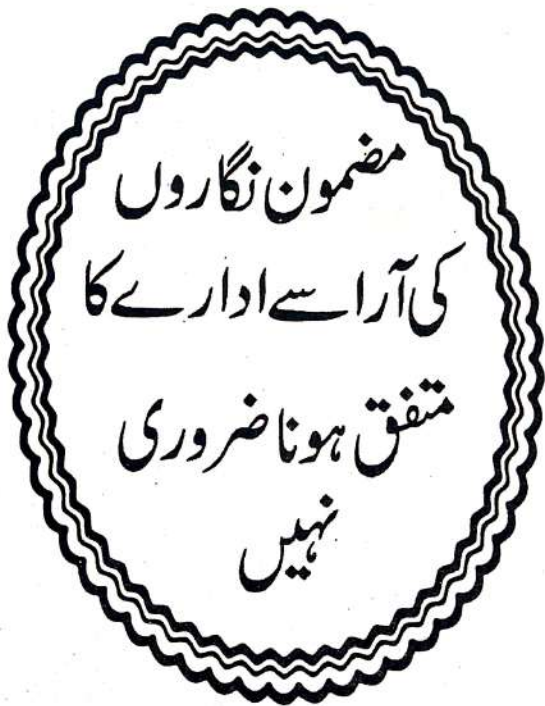
پرنٹرز/ پبلشرز:۔ نظامیہ دارالاشاعت خانقاہِ معلی حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی، مکھڈ شریف، (اٹک)

0334-8506343
ای میل: sajidnizami92@yahoo.com

فہرستِ مندرجات

گوشۂ عقیدت:

خیابانِ مضامین:

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گوشہ حضرت مولانا محی الدین احمدؒ
[م ۱۳۳۸ھ۔۱۹۲۰ء]

صلی اللہ علیہ وسلم

اداریہ

ہمارے ملکی حالات جس ڈگر کی طرف جا رہے ہیں یہ کوئی انھونی نہیں۔ پچھلی کئی صدیوں سے ہمارے ساتھ یہ گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ بازی گر کی نت نئی چالیں ہمیشہ ہمیں ایک ہی روپ میں دیکھنے کی خواہاں ہیں اور وہ "غلامی" ہے۔ ہمیں جس غلامی پر فخر اور ناز کرنا چاہیے تھا اور اپنے آقا و مولاﷺ کا سچا غلام بن کر اپنی اور قوم کی تقدیر سنوارنے میں اہم کردار ادا کرنا تھا۔ ہم وہ سب کچھ بھلا کر یہود و نصاریٰ کی غلامی کو ترجیح دینے لگے۔ ہمارا یہ کردار ہی ہمارے مستقبل کا آئینہ دار ہے۔ اسی لیے علامہ محمد اقبالؒ نے ایک صدی قبل ہی اس راز کو "معزول شہنشاہ" کا عنوان دے کر فاش کر دیا تھا۔ آج ہمارے غلام نما شہنشاہ کی معزولی ہمارے لیے ایک معمہ ہے۔ علامہ نے اس معمے کا حل "ساحرِ انگلیس" کی حکمت آموز پالیسوں کے روپ میں اپنی قوم کے سامنے پیش کر دیا تھا؛ جس پر وہ ہمیشہ سے کاربند چلے آتے ہیں۔ اُن کی شہنشاہی کو دوام ہے اور ہماری غلامی کو۔

ہو مُبارک اُس شہنشاہِ نِکو فرجام کو
جس کی قربانی سے اسرارِ ملوکیت ہیں فاش

شاہ ہے برطانوی مندر میں اِک مٹی کا بُت
جس کو کر سکتے ہیں جب چاہیں پُجاری پاش پاش

ہے یہ مُشک آمیز افیوں ہم غلاموں کے لیے
ساحرِ انگلیس! مارا خواجہَ دیگر تراش

قندیلِ سلیماں کی ۱۵ویں سہ ماہی میں حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ کے احوال و آثار پر ایک گوشہ شامل کیا گیا ہے۔ جس میں آپؒ کی علمی وجاہت کی ایک تصویر بنتی نظر آتی ہے۔ اگرچہ اس کے نقوش زیادہ واضح نہیں؛ جس کی وجہ آپ کے وصال کے بعد ایک صدی کا گزرنا اور آپ کے سبھی ہم جلیس، شاگرد اور ارادت کیشوں کا اس بے ثبات دُنیا سے اُٹھ جانا ہے۔ بہ ہر حال جو ہم سے بن پڑا وہ پیشِ خدمت ہے۔ یہ بکھرے اوراق یک جا کرنے کے لیے جن احباب نے اپنی تحریریں [نظم و نثر] بھجوائیں۔ اُن سب کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

مدیر

حمدیہ

عباس تابش

اِک ایک حرف ہو خوش ذائقہ جو تُو چاہے
بہت پھلے مرا نخلِ دُعا جو تُو چاہے

تُو جانتا ہے کہ ٹوٹی ہوئی کڑی ہوں میں
میں اِس کڑی سے بنوں سلسلہ جو تُو چاہے

ترے سِوا کوئی موجودگی نہیں برداشت
میں آب و گل سے کہوں تخلیہ جو تُو چاہے

ترے نواح میں درویش بھی ، پرندے بھی
بچھالوں میں بھی یہیں بوریا جو تُو چاہے

یہاں تلک تو میں آیا ہوں دِل کے کہنے پر
''اب اس سے آگے ترا فیصلہ جو تُو چاہے''

☆☆☆☆

نعت بہ حضورِ سرورِ کائنات ﷺ

شوکتؔ محمود شوکتؔ

زندگی پر چراغ پا ہوں میں
دُور طیبہ سے جی رہا ہوں میں

ضوفشاں ہے ، حیاتِ بے رونق
محوِ توصیفِ مصطفیٰ ہوں میں

فکر، دُنیا کی ہے نہ عقبیٰ کی
زہے قسمت! کہ آپ کا ہوں میں

خاکِ طیبہ کے ذرّے ذرّے پر
جان و دل سے فریفتہ ہوں میں

ق

ہو نگاہِ کرم مرے آقا ﷺ
ایک بجھتا ہوا دیا ہوں میں

راہِ ہستی طویل تر ہے اور
پا شکستہ ہوں ، تھک چکا ہوں میں

نعت گوئی نے بخش دی شوکتؔ
ورنہ کیا تھا میں اور کیا ہوں میں

منقبت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

حافظؔ لدھیانوی

اِدھر حُسنِ طلب ہے اور سنگھڑ کے کنارے ہیں
اُدھر غوثِ زماںؒ کے آستانے کے نظارے ہیں

شکوہِ کوہساراں ہے نہ سطوت ہے سمندر کی
مگر ہے جلوہ فرما تمکنت مردِ قلندر کی!

ہر اِک ذرّہ یہاں کا اِک نرالی شان والا ہے
فضا میں معرفت کا رنگ ہے نُوریں اُجالا ہے

نہ گلشن کا حسیں منظر، نہ جاری آبشاریں ہیں
مگر رُوحانیت کی ہر طرف تازہ بہاریں ہیں

مُرادوں کے گُہر سے اپنا دامن بھَر کے لاتا ہے
ہر اِک زائر سکوں کی دولتِ نایاب پاتا ہے

ہر اِک سرشار ہے جس سے وہ مَے خانہ حجازی ہے
محبت کا یہ سرچشمہ ہے، جوئے دِل نوازی ہے

زمینِ تونسہ مرکز ہے شریعت کا طریقت کا!
یہ آئینہ دکھاتی ہے سُلیمانی وَراثت کا!

مِلا ہے فیض شمس الدینؒ کو غوثِ زمانیؒ کا
کیا ہے جس نے گرویدہ جہاں کو خوش بیانی سے

" مقیم کوئے آں شاہم کہ اعلیٰ آستاں دَارَد
ملوکش جُملہ مفتون و ملائک پاسباں دَارَد"

☆☆☆☆

ملفوظِ پیر پٹھانؒ

ایک شخص نے عرض کیا کہ ہر وقت لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں مگر آپ کسی سے رنجیدہ نہیں ہوتے۔ فرمایا: الحمداللہ کہ لوگ میرے دروازے پر آتے ہیں اور میں کسی کے دروازے پر نہیں جاتا۔

قسط۔۔۔دوم

غزوہ بدر الکبریٰ

علامہ قاری سعید احمد

شیطان کی اپنے دوستوں کے ساتھ عادت:

اللہ کے دشمنوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب حق و باطل کی تکرار ہو تو وہ انھیں چھوڑ کر درمیان سے کھسک جاتے ہیں (خازن)۔ اور یہی طریقہ بُرے دوستوں کا ہے کہ بُرا دوست انسان کو مصیبت میں پھنسا کر الگ ہو جاتا ہے۔ (نور العرفان)۔

ابوسفیان کا لشکرِ قریش کو واپسی کا حکم دینا: حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اس کا قافلہ بچ گیا ہے اور سلامتی کے ساتھ مکہ پہنچ گیا تو اس نے قافلے والوں میں سے قیس بن امرء القیس کو قریش کے پاس بھیجا کہ تمہارے نکلنے کا مقصد حفاظتِ قافلہ تھا؛ وہ مقصد اب پورا ہو گیا ہے لہٰذا تم سب واپس لوٹ آؤ۔ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ابو جہل نے یہ سن کر کہا اللہ کی قسم ہم تو اب بدر تک جائیں گے۔ وہاں تین دن قیام کریں گے۔ شرابیں پئیں گے۔ گانے والی عورتوں سے گانے سنیں گے۔ سارا عرب ہمارے متعلق اور ہمارے سفر کے متعلق اور ہمارے لشکر کے بارے میں سنے گا۔ پھر ہمیشہ کے لیے وہ ہم سے خوف زدہ رہیں گے۔ اے دوستو بڑھتے چلے جاؤ۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا شراب کے جاموں کی بہ جائے انھوں نے موت کے جام پیے۔ ان پر گانے والیوں کی بہ جائے نوحہ کرنے والیوں نے نوحہ کیا۔

گانے سننا، فاحشہ عورتوں کے ناچ دیکھنا، شرابیں پینا کفار کا طریقہ ہے۔ شرابیں پینا، فاحشہ عورتوں کے ناچ دیکھنا، گانے سننا یہ مشرکینِ مکہ، کفار اور خصوصاً ابو جہل علیہ لعنت

☆ مدرس، جامعہ زینت الاسلام، ترگ شریف، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی

کا طریقہ ہے۔ مسلمانوں کو ان افعالِ قبیحہ وشنیعہ سے احتراز کرنا چاہیے۔ ہمارے نوجوان جو پہلے اسلاف کی کتابیں پڑھتے تھے ان کے طریقوں پر چلنا پسند کرتے تھے۔ جہاد کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کے شائق تھے۔ آج موسیقی اور غیروں کے طریقوں کو اپنانا فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور اپنی ترقی اسی میں سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ اس میں سوائے حسرت کے کچھ نہیں۔

گانا سننا شرعاً سخت ممنوع اور حرام ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے اور سزا بیان ہوئی ہے۔ ریڈیو، سینما اور ثقافتی پروگراموں کے مروجہ فحش وفلمی گانے کا بجانہ شیطانی مشغلہ ہے؛ جو بلا شبہ ناجائز وحرام اور عذاب ولعنتِ خداوندی کا موجب اور گانے کے ساتھ جب ساز اور باجا وغیرہ ہو، عورت کی آواز ہو اور بے پردہ عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہو تو اس کی مزمت اور لعنت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کسی مسلمان کے لیے ہرگز یہ جائز نہیں کہ وہ ان گانوں سے اپنی زبان اور کان آلودہ کرے۔

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین.

ترجمہ۔ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں، بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ''نورالعرفان'' میں فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ باجے، تاش، شراب بلکہ تمام کھیل کود کے آلات بیچنا بھی منع ہیں اور خریدنا بھی ناجائز ہیں۔ کیونکہ یہ آیت ان خریداروں کی برائی میں اتری۔

شانِ نزول: یہ آیت نضر ابن حارث ابن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی۔ جب تجارتی سفر میں باہر جاتا وہاں سے عجمیوں کے ناول اور قصے کہانیوں کی کتابیں خریدتا۔ مکہ والوں سے کہتا تھا کہ تم کو محمد ﷺ عاد اور ثمود کی کہانیاں سناتے ہیں۔ میں تم کو رُستم، اسفندیار صدر شاہاں عجم کی کہانیاں سناتا ہوں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو چیز اللہ کے ذکر سے غافل کرے وہ ''ہوالحدیث'' میں

داخل ہے، حرام ہے۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (بنی اسرائیل۔۶۴)

ترجمہ:۔اے شیطان تو ان میں سے جن کو اپنے آواز کے ساتھ پھیلا سکتا ہے، پھیلا دے۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں علامہ علاؤالدین علی بن محمد المعروف بالخازن "تفسیر خازن" میں فرماتے ہیں۔ **کل داع الیٰ معصیة الله فهومن جنود ابلیس .**

ترجمہ۔ ہر وہ شخص جو کسی کو اللہ کی معصیت نافرمانی کی طرف بلاتا ہے وہ شیطان کے گروہ سے ہے۔**و قیل ارادو بصوتک الغناد والمزامیر اللهو والعب.**

ترجمہ:۔بعض علما نے فرمایا کہ مراد اس سے گانے باجے اور لہولعب کی آوازیں ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آوازیں ہیں۔البتہ قرآنِ مجید اور حدیث کا بیان دینی پروگرام اور فقہی مسائل کا بیان اور ملکی بین الاقوامی خبریں اس سے مستثنٰی ہیں۔(تفسیر تبیان القرآن)

حدیث نمبر۱: حضرت عمران بن معینؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس اُمت میں زمین میں دھنسنا مسخ اور آسمان سے پتھر برسانا ہوگا۔مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب گانے والیوں اور آلاتِ موسیقی کا ظہور ہوا اور شرابوں کو کھلے عام پیا جائے۔ (ترمذی)

حدیث نمبر۲: حضرت موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے جس شخص نے گانے کو سنا، قیامت کے دن اس کو جنت میں روحانین کی آواز سننے کی اجازت نہیں ہوگی آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ روحانین کون ہیں یارسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جنت کے قاری ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا گانا حرام ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے اور اس پر بیٹھنا فسق اور معصیبت ہے۔(تفسیراتِ احمدیہ، ص۶۰۳)

گانا سننے کے نقصانات:

گانا دِل کو خراب کرتا ہے۔ مال کو ختم کرتا ہے اور رب کو ناراض کرتا ہے۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں گانے سے بچو، پس بے شک یہ شہوت کو زیادہ کرتا ہے اور غیرت کو ختم کرتا ہے اور شراب کی جگہ رکھتا ہے اور نشے والا کام کرتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ گانا زنا کا منتر ہے۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں۔ گانا دل کو خراب کرتا ہے اور اللہ کو ناراض کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس شیطانی فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور نبی کریم ﷺ کا صحابہ سے مشورہ اور صحابہ کرام کی ایمان افروز گفتگو:

مقام روحا میں پہنچ کر حضور ﷺ مجلس میں مشاورت کی؛ کہ مہاجرین وانصار اوس وخزرج کے قبائل سب کو اس مجلس میں شمولیت کی دعوت دی۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے موجودہ صورتِ حال سے ان کو آگاہ کیا اور پوچھا اب تمہاری کیا رائے ہے۔ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ اٹھے اور بڑی خوبصورت گفتگو کی؛ پھر حضرت عمر فاروقؓ اٹھے اور انھوں نے بھی بڑی پیارے گفتگو کی۔ پھر مقداد بن عمرو اٹھے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ تشریف لے چلیے۔ جدھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ بہ خدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔ **اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون** ۔پس جا تو ،اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھنے والے ہیں۔ بلکہ یہ کہیں گے۔ **فاذھب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون.** تشریف لے چلیے اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔

اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ ﷺ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ ﷺ کی محبت میں دشمن کے ساتھ جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ وہاں پہنچ جائیں۔

معاذ اللہ مثلِ امت موسیٰ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروانِ دینِ ختم المرسلیں ہیں ہم

ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامانِ محمد ﷺ ہیں
ہمیں باطل کا ڈر کیا ، زیرِ دامانِ محمد ﷺ ہیں

حضور ﷺ نے حضرت موداد بن عمر کے ایمان افروز جذبات کو سُن کر انھیں کلمہ ٔ خیر سے یاد فرمایا اوران کے لیے دُعا فرمائی۔ اس کے بعد پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اشیـــرو علـی ایھـاالـنـاس" اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ حضرت سعاد بن معاذؓ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ "واللہ لکانک تریدنا یا رسول اللہ ﷺ" اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ یوں لگتا ہے حضور ہماری رائے پوچھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک؛ تو حضرت سعد نے عرض کی۔ "بے شک ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ ﷺ تشریف لائے ہیں؛ وہ حق ہے اور اس پر ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کیے ہیں اور ہم نے آپ کا حکم سننے اور اسے بجالانے کے لیے پکے وعدے کیے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لے چلئے۔ جدھر آپ کا ارادہ ہے ہم حضرت ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کریں گے اگر آپ کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں ہم جنگ میں صبر کرنے والے ہیں۔ دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ کی چشمِ مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ کی برکت پر آپ روانہ ہو جایئے۔

صحابہ کرام کی ان تقاریر سے معلوم ہوا کے ان کے دِل میں حضور ﷺ کی محبت کی انتہا تھی۔ میدانِ جنگ میں جو سامنے آتا وہ یہ نہ دیکھتے کہ یہ باپ ہے یا بیٹا ہے۔ وہ تو صرف یہی دیکھتے کہ آیا یہ رسول ﷺ کا غلام ہے یا نہیں۔ جو رسول اللہ کا غلام ہوتا وہی ان کا اپنا ہوتا۔ جس طرح کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے جنگِ احد کے دن اپنے باپ الجراح کو اپنے تلوار سے احد کے

میدان میں قتل کیا۔ بہ ہر حال رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابو عبیدہ ؓ نے جس وقت مخالف کیمپ میں اپنے باپ کو دیکھا تو ان سے برداشت نہ ہو سکا کہ یہ میرے محبوب سے لڑنے کے لیے آ گیا ہے اور پھر سلامت واپس چلا جائے۔ یہ وہ انداز تھا جو چشمِ فلک نے کہیں نہیں دیکھا کہ ایک انسان کہ محبت میں یہاں تک چلے گئے کہ ان کو اپنے رشتے بھول گئے اور اپنے رشتوں کی محبتیں بھول گئیں۔ والدین کے ساتھ جو پیار تھا وہ ختم ہو گیا۔ اسی طرح جب حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے کلمہ پڑھا تھا تو ان کی والدہ کہتی تھی کہ اے سعد واپس آ جاؤ ورنہ میں مر جاؤں گی۔ اس نبی ﷺ کو چھوڑ دو؛ تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے جواب دیا۔ ''**لو كانت لي الف نفس فخرجت نفسا نفسا ماتركت ديني هذا لشئي.**

ترجمہ: اے میری امی جان میری ایک جان ہے جس کی تم مجھے دھمکی دے رہی ہو۔ اگر میری ہزار جانیں ہوں؛ ہر ایک جان نکلنے پر تم مجھے کہو واپس آ ؤ ورنہ میں مر جاؤں گی۔ میری ماں تجھے ہزار بار مرتا دیکھوں گا مگر ایک بار بھی حضور ﷺ سے واپس نہیں آ ؤں گا۔

اسی طرح تفسیر قرطبی میں حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ جس وقت بدر کے دن صفیں بنیں تو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے دیکھا۔ میرا بیٹا مخالف صف میں کھڑا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی یا رسول اللہ ﷺ ابھی جنگ کا آغاز نہیں ہوا وہ ایک ایک کر کے نکلیں گے۔ پھر دو، دو کر کے پھر تین تین کر کے؛ میں چاہتا ہوں باپ بیٹے کی لڑائی پہلے ہو جائے۔ مجھے اجازت دیں کہ میرا بیٹا جو مخالف سمت کھڑا ہے میں اس کے جا کر بدلہ لوں اور اس کو بتاؤں کہ تم کس انداز میں میرے محبوب کے خلاف نکلے ہو۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: **فقال النبي** ﷺ **متعنا بنفسك يا ابا بكر رسول اكرم** ﷺ اے ابو بکر: اپنی جان سے مجھے فائدہ دو تم میرے لیے کتنے ضروری ہو۔ **اما تعلم انك عندي بمنزلة السمع والبصر.** اے ابو بکر ؓ کیا آپ کو معلوم نہیں تم میرے نزدیک کان اور آنکھ کے ہو۔

اس حدیث میں حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو کان اور آنکھ سے تشبیہ دے رہے

ہیں۔آپ ؓ کا رتبہ ملتِ اسلامیہ پر واضح کر دیا۔اور اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اگر ایمان والوں کو اپنا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے خلاف نظر آئے تو اس کو بھی قتل کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔اسی طرح حضرت مصعب بن عمیر کا کردار ہے کہ انھوں نے جنگِ بدر کے دن اپنے بھائی عبید بن عمیر کی کھوپڑی جدا کر دی اور اس بات کو واضح کر دیا کہ

محمد ﷺ ہیں متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارے
پدر مادر برادر جان مال اولاد سے پیارے

اسی طرح حضرت عمر ؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو بدر کے دن خود قتل کیا اور اپنے چمکتی تلوار سے اس بات کو ثابت کیا کہ ساری محبتوں سے بالاتر جو محبت ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے۔اس محبت کے سامنے جو بھی آئے۔خواہ چچا ہو یا ماموں ہو خواہ باپ ہو یا بیٹا ہو اس کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

ایسے ہی حضرت علیؓ اور حضرت حمزہ ؓ نے بدر کے دن اپنی برادری کے لوگوں عتبہ اور شیبہ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دُنیا کو یہ پیغام دیا کہ ہمیں اللہ نے جو دین دیا ہے اس دین کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ جو بھی ہمارے محبوب ﷺ کے خلاف آئے گا۔ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس سے ہماری رشتہ داری کیا ہے؟ ہم یہ دیکھیں گے کہ یہ ہمارے نبی ﷺ کا دشمن و گستاخ ہے۔لہٰذا اس کا فیصلہ ہماری تلوار کرے گی۔الغرض بدر کے دن چشمِ فلک نے عجیب نظارہ دیکھا کہ بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے۔وہ گہرے رشتے آج کس نظریہ کے لحاظ سے بدل گئے۔یہ نہیں دیکھا جا رہا ہے کہ رنگ و نسل یا زبان ایک ہے یا نہیں بلکہ یہ دیکھا جا رہا ہے کہ وہ پیغمبر کا عاشق ہے یا دشمن۔سید عالم ﷺ کے ساتھ اُس کے تعلق کی حیثیت کیا ہے۔یہی ایک سچے مسلمان کی پہچان ہے اور یہی ہماری رشتہ داریوں کی بنیاد ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی، تمام بولہبی است

☆☆☆☆

ہدایت القلوب ۔ایک نادر اور کمیاب مجموعۂ ملفوظات

عبدالعزیز ساحر☆

[۱]

ہدایت القلوب (۱) خواجہ برہان الدین غریب (م ۷۳۸ھ) کے مرید اور خلیفہ خواجہ زین الدین شیرازی (م ۷۷۱ھ) کے ملفوظاتِ عالیہ کا قابلِ قدر مجموعہ ہے۔خواجہ زین الدین شیرازی کا اصل نام سید داؤد شیرازی بن سید حسین شیرازی بن محمود شیرازی اور زین الدین لقب ہے۔وہ ۷۰۱ھ کو شیراز میں متولد ہوئے۔ان کا خانوادہ تجارت اور علم و عرفان سے وابستہ تھا۔وہ ابھی کمسن تھے کہ ان کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ان کی پرورش ان کے والدِ گرامی نے کی۔ابتدائی تعلیم اپنے شہر شیراز ہی میں حاصل کی۔کم عمری میں حج کے لیے گئے اور پھر شیراز کے بجائے دہلی تشریف فرما ہوئے۔بہت مختصر مدت میں قرآنِ کریم حفظ کیا اور اپنے عہد کے جید علماء سے استفادہ کیا۔خاص طور پر مولانا کمال الدین سامانہ سے کسبِ فیض کیا۔سلطان محمد تغلق کے حکم سے دہلی سے دولت آباد گئے۔اس وقت ان کی عمر ۲۶ سال تھی۔۳۵ سال کی عمر میں خواجہ برہان الدین غریب کے مرید ہوئے۔ابتداً انھیں خواجہ برہان الدین غریب کے نظریات اور خیالات سے بہت اختلاف تھا۔وہ اپنی علمی مجالس میں ان پر حرف گیری سے بھی باز نہ آتے تھے۔پہلی بار اپنے شاگرد اور خواجہ برہان الدین غریب کے مرید رکن الدین کاشانی کی وساطت سے بارگاہِ غریب میں شرف یاب ہوئے اور فیضانِ نظر سے نوازے گئے۔۱۸/ربیع الاول ۷۳۷ھ کو خلافت ملی اور اپنے مخدوم کی بارگاہ سے زین الدین کے لقب سے ملقب ہوئے۔۷۴۷ھ کو شاہی لشکر کے ہمراہ دہلی گئے۔۷۵۲ھ تک وہیں مقیم رہے اور جب خلد آباد کے لیے عازمِ سفر ہوئے تو پہلے اجودھن گئے۔وہاں ایک ماہ قیام کیا اور بارہ قرآنِ کریم کا ختم کیا۔اجودھن سے اجمیر شریف

☆ صدرِ شعبۂ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

پہنچے۔ وہاں وہ کتنے مہینے رہے، کسی بھی ماخذ سے اس کا علم نہیں ہوتا۔ البتہ وہاں رہ کر انھوں نے ۲۸ بار قرآن مجید کا ختم کیا۔ اجمیر شریف سے وہ خلد آباد واپس ہو گئے اور پھر عمر بھر اس شہرِ خوش آثار سے باہر نہیں گئے۔ ۱۳ ربیع الاول ۷۷۱ھ کو بیمار ہوئے اور بارہ دن بعد ۲۵ ربیع الاول ۷۷۱ھ کو وفات پائی۔ اگلے دن تدفین عمل میں لائی گئی۔ مزارِ پر انوار خلد آباد میں مرجع خلائق ہے (۲)۔

[۲]

ہدایت القلوب کے مرتب اور جامع خواجہ زین الدین شیرازی کے مرید میر حسن مؤلف دہلوی تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کے ملفوظاتِ گرامی کی ترتیب و تہذیب کا بیڑہ اُٹھایا اور پورے ۲۵ سال اس کی جمع آوری میں مگن رہے (۳)۔ اس مجموعے کے اردو ترجمے کے دیباچہ نگار رفیع الدین رفیق نے خواجہ شیرازی کے تین دیگر ملفوظاتی مجموعوں کا ذکرِ خیر بھی کیا ہے، جو اسی مرتب اور جامع کے موقلم کا کرشمہ ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں:

> ''حضرت خواجہ میر حسن مؤلف دہلوی ہدایت القلوب تحریر کرنے سے قبل اپنے پیر و مرشد کی تین ملفوظاتی کتابیں مرتب کر چکے تھے۔ ان سے متعلق حضرت مؤلف حبۃ المحبت میں تحریر کرتے ہیں: اس سے قبل میں حضرت خواجہ زین الدین کے بارے میں دو کتابیں تصنیف کر چکا ہوں۔ پہلی کتاب حضرت کے اشاراتِ مبارکہ پر مشتمل ہے۔ اس کا نام دلیل السالکین و ہدایت العاشقین ہے۔ اس میں حضرت خواجہ (زین الدین شیرازی) کے خاندانِ عالی کے آداب و تہذیب اور روش و طریقت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کی دوسری جلد حبۃ القلوب من مقال المحبوب [کے] نام سے موسوم ہے اور یہ دونوں کتابیں حضرت خواجہ کی نظرِ مبارکہ سے گزر کر شرفِ قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔'' (۳)

راقم کی نظر سے اقتباسِ بالا میں متذکرہ کتابیں نہیں گزریں، لیکن یقین سے کہا جا سکتا

ہے کہ یہ کبھی اشاعت آشنا نہیں ہوئیں اوران کے قلمی اور خطی نسخے بھی عام نہیں رہے۔ روضۃ الاولیاء کے مصنف نے بھی ان کتابوں کا ذکر کیا ہے، مگراس کے مرتب کا نام نہیں لیا۔انھوں نے لکھا ہے:

''عزیزی از مریدانِ زین الدین اولاً کتابی نوشت مسمی به دلیل السالکین مشتمل برکلماتِ قدسیه و ثانیاً کتابی در سلکِ تحریر کشیدنامش حبته القلوب من مقال المحبوب و ثالثاً کتابی تالیف کرد و جهته المحبت نام نهاد۔''(۴)

ہدایت القلوب کا پہلا ملفوظ ۱۷رجب ۷۴۵ھ کا نوشتہ ہے۔دوسرا ملفوظ تاریخ کی ترقیم سے محروم ہے، لیکن پہلی اور تیسری مجلس کے انعقاد سے واضح ہے کہ دوسری مجلس ۱۸رجب کو برپا ہوئی ہوگی۔تیسری بار وہ جب ۱۹رجب کو حاضرِ خدمت ہوئے تو اس بارگاہِ خوش آثار میں بیعت سے باشرف ہوئے۔گویا انھوں نے بیعت سے قبل ملفوظ نویسی کی ترتیب وتہذیب کا کام آغاز کردیا تھا اور شاید اسی کی برکت سے انھیں سلسلۂ چشتیہ میں غلامی کی دولت ارزانی ہوئی۔ پہلے اور تیسرے ملفوظ کو ماہ وسال کی تخصیص کے ساتھ مزین کیا گیا، لیکن اس کے بعد جیسے جیسے سلسلۂ کلام آگے بڑھتا رہا، ماہ وسال کی روشنی ماند پڑتی گئی اور بعدازاں دوچار مجالس کے علاوہ کسی مجلس میں تاریخ ماہ وسال کی نشاندہی نہیں کی گئی۔اس مجموعے ،یا کسی دوسرے ماخذ سے تو مترشح نہیں، لیکن قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ جامعِ ملفوظات مؤلف دہلوی کسی دوسرے شہر میں مقیم تھے اور بارگاہِ خواجہ زین الدین میں کم کم بار پاتے ہوں گے۔اگر وہ خلدآباد میں ہوتے تو کثرت سے اپنے شیخ کی خدمت میں باریاب ہوتے اور ملفوظ نویسی کا دورانیہ اتنا طویل نہ ہوتا۔۲۵ برسوں کا حاصل یہ مجموعۂ ملفوظات اتنا ضخیم نہیں۔

یہ مجموعہ اصلاً فارسی زبان میں ہے اور ابھی تک اس کا متن اشاعت آشنا نہیں ہوا۔اس

کے قلمی اور خطی آثار بھی اب عام نہیں رہے۔ راقم کی برسوں صبر آزما تلاش اور جستجو کا ثمر ایک قلمی نسخے کے عکس کی صورت میں طلوع ہوا (۵)۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ اس کتابِ مستطاب کا نسخۂ وحید ہے، جو محفوظ رہ گیا ہے۔ پیشِ نظر نسخہ کسی افتاد کا شکار رہا ہے، جس کی وجہ سے اس کے بیسیوں صفحات کا متن ضائع ہو گیا۔ اب کسی دوسرے نسخے کی موجودگی کے بغیر اس کے متن کی کلی طور پر بازیافت ممکن نہیں رہی۔ یہ بھی پتا نہیں کہ یہ نسخہ کس کتب خانے کا گہر آبدار تھا اور اب کس حالت میں موجود ہے؟ ہے بھی یا نہیں۔ اعتماد سے اس نسخے کے مالہ وما علیہ کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اس مجموعۂ ملفوظات کا ایک نسخہ پروفیسر نثار احمد فاروقی (م۲۰۰۴) کی دسترس میں بھی تھا۔ انھوں نے اس کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں بھی معلوم نہیں کہ وہ نسخہ اب کہاں ہے؟ اس کا ترجمہ 'منادی'، دہلی (۶) میں قسط وار اشاعت پذیر ہوا اور ان کی وفات کے بعد اس ترجمے کو کتاب کی روشنی میسر آئی۔

[۳]

جنوبی ایشیا کے چشتی ادبی سرمائے میں 'ہدایت القلوب' اپنے مندرجات کے اعتبار سے نہایت ہی گراں ارزش مجموعۂ ملفوظات ہے۔ ابھی تک کسی بھی مؤرخ نے اس مجموعے کے لوازمے سے اخذ و استفادہ نہیں کیا، وگرنہ یہ مجموعۂ ملفوظات کئی حوالوں سے بہت اہمیت اور افادیت کا حامل ہے۔ بابا فرید الدین گنج شکر (م۶۷۰ھ)، خواجہ نظام الدین اولیاء (م۷۲۵ھ) اور خواجہ برہان الدین غریب (۷۳۸ھ) کے احوال اور فرمودات کے سلسلے میں یہ مجموعہ ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خلد آباد کے چشتی ادبی سرمائے میں کئی ایسے سوالات کے جوابات بھی موجود ہیں، جو بعد کے محققین کے ہاں اُٹھائے گئے اور ان کی وجہ سے خوب گرد اڑائی گئی۔ مثال کے طور پر جدید محققین کے نزدیک کے بابا فرید سے شلوک کا انتساب محلِ نظر رہا اور ان کے تخلیقی سرمائے کو فرید ثانی سے منسوب کیا گیا، حالانکہ خلد آباد میں لکھے گئے۔

ملفوظاتی ادب ('نفائس الانفاس'، 'احسن الاقوال'، 'غرائب الکرامات و عجائبات

المکاشفات، بقیۃ الغرائب اور ہدایت القلوب) کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں کثرت سے بابا صاحب کے دوہے اور شلوک ان کے نامِ نامی کی ترقیم کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں۔ سیر الاولیاء میں بابا فرید کا صرف ایک ہی دوہا نقل ہوا ہے۔ باقی قدیم اور مستند کتابوں (مثلاً: فوائد الفواد، خیر المجالس اور جوامع الکلم وغیرہ) میں بابا فرید کی شاعرانہ جہت کا کہیں ذکر نہیں ہوا۔

دہلی میں لکھے گئے ملفوظاتی ادب کے برعکس خلد آباد کے ملفوظاتی سرمائے میں بابا فرید کی شاعری کے کئی نمونے محفوظ ہو گئے ہیں۔ برہان الدین غریب کے خانوادے کا اجودھن اور بابا فرید سے بہت قرب رہا ہے۔ خود بابا صاحب بھی طویل مدت تک ہانسی میں جلوہ نشین رہے ہیں۔ ان کے خلیفۂ اول اور برہان الدین غریب کے ماموں جمال الدین ہانسوی کی بدولت ہانسی کی خانقاہ اور اس خانوادے کے گھروں میں بھی یقیناً بابا فرید کے شلوک اور دوہے کی گونج بہت نمایاں رہی ہے۔ بابا فرید کی شاعری کے یہ نمونے خواجہ برہان الدین غریب نے اپنے بچپن میں سنے ہوں گے اور پھر زادِ رہ بن کر عمر بھر ان کے ساتھ محوِ سفر رہے ہوں گے۔ ان کی مجالس بھی ان دوہوں کی خوشبو سے مہکتی اور ان کی روشنی سے جگمگاتی رہیں اور پھر ان کی وساطت سے ملفوظاتی سرمائے کا حصہ بن کر پچھلی کئی صدیوں سے بقائے دوام کے دربار میں جلوہ نما ہیں۔

حوالے اور حواشی:

(۱) ہدایت القلوب (ملفوظاتِ خواجہ زین الدین شیرازی): میر حسن مؤلف دہلوی (جامع) رشار احمد فاروقی (مترجم): یوتک پبلی کیشنز، اورنگ آباد: ربیع الاول ۱۴۳۴ھ/ جنوری ۲۰۱۳ء: ۳۴۷ص۔

(۲) خواجہ زین الدین شیرازی کے یہ تمام میر غلام علی حسینی چشتی بلگرامی احوال و مناقب روضۃ الاولیاء (مطبع اعجازِ صفدری: ۱۳۱۰ھ) سے اخذ کیے گئے ہیں۔

(۳) ہدایت القلوب: ص ۲۶۔

(۴) روضۃ الاولیاء :ص ۳۸۔

(۵) اس نسخے کی بارآوری میں عاطف کاظمی (اجمیر شریف) اور عزیز دوست حسن نواز شاہ (تڑالی رگوجر خان) کا تعاون اور کرم فرمائی میسر رہی۔ان دوستوں کی معاونت کے بغیر اس نسخے تک رسائی ممکن نہ تھی۔دونوں کے لیے دُعاہائے فراواں۔

(۶) رفیع الدین رفیق رقمطراز ہیں: ''پروفیسر نثار احمد فاروقی فریدی نے ہدایت القلوب کے فارسی متن کا اردو ترجمہ ۳رذی قعدہ ۱۴۱۷ھ کو مکمل کیا اور ماہ نامہ منادی، دہلی کے اگست ۱۹۹۴ء سے اپریل ۱۹۹۷ء کے شماروں میں شائع فرمایا''۔(ہدایت القلوب :ص ۲۸)

☆☆☆☆☆

انوار الکریمین

پروفیسر محمد انور بابر☆

حضور پاک ﷺ کا طریقہ:۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ آب زم زم نوش کرنے کے بعد ملتزم پر تشریف لاتے، تکبیر و تحلیل اور حمد و باری تعالیٰ کرتے اور دُرود شریف پڑھتے ہوئے ملتزم سے چمٹ جاتے۔ اپنے رُخسار مبارک کعبہ شریف کی دیوار سے لگاتے اور غلاف پکڑ کر ہاتھ پھیلا کر رب غفور الرحیم سے دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ يَارَبَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَا بَنَا وَرِقَابَ آبَائِنَا وَ اُمَّهَا تِنَا وَ اِ خْوَانِنَا وَ اَوْ لَا دِنَا مِنَ النَّار .يَا ذَ الْجُودِ وَالْكَرَمِ وَالْفَضْلِ وَالْمَنِّ وَالْعَطَاءِ وَالْاِحْسَانِ ط اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَا قِبَتَنَا فِي الْاُ مُوْرِ كُلِّهَاوَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَة ط اَللّٰهُمَّ اِنِّى عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَاقِف" تَحْتَ بَا بِكَ مُلْتَزِم" بِاَعْتَا بِكَ مُتَذَلِّل" بَيْنَ يَدَ يْكَ اَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَاَخْشٰى عَذَابَكَ مِنَ النَّارِيَا قَدِيْمُ الْاِحْسَانِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْ فَعُ ذِكْرِىْ وَتَضَعَ وِزْرِىْ وَتُصْلِحَ اَمْرِىْ وَتُطَهِّرَ قَلْبِىْ وَتُنَوِّرْ لِىْ فِىْ قَبْرِىْ وَتَغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ وَاَسْئَلُكَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ . امين .

ترجمہ:۔ اے اللہ! اے اِس قدیم گھر کے مالک ہماری گردنوں کو اور ہمارے باپ داداؤں اور ماؤں، بہنوں اور بھائیوں اور اولاد کی گردنوں کو دوزخ سے آزاد کردے۔ اے بخشش والے! کرم والے، فضل والے، احسان والے، عطا والے۔ اے اللہ! تمام معاملات میں ہمارا انجام خیر فرما اور

☆ پروفیسر، (ر)، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، لکی مروت، خیبر پختون خواہ

ہمیں دنیا کی رسوائی، اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور بندہ زادہ ہوں۔ تیرے (مقدس گھر کے) دروازہ کے نیچے کھڑا ہوں۔ تیرے دروازے کی چوکھٹ سے لپٹا ہوں۔ تیرے سامنے عاجزی کا اظہار کر رہا ہوں اور تیری رحمت کا طلب گار ہوں اور تیرے دوزخ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں۔اے ہمیشہ کے محسن !اب بھی احسان فرما۔اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے ذکر کو بلندی عطا فرما اور میرے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر؛ اور میرے کاموں کو درست فرما۔ اور میرے دِل کو پاک کر اور میرے لیے قبر میں روشنی فرما اور میرے گناہ معاف فرما؛ اور میں تجھ سے جنت کے اونچے درجوں کی بھیک مانگتا ہوں۔آمین

مقامِ ابراہیمؑ:۔

ملتزم پر معانقہ اور دُعا کے بعد مقامِ ابراہیم پر آیا اور دو رکعت نماز واجب طواف ادا کی۔اللہ رب العزت نے مقامِ ابراہیمؑ کا تذکرہ قرآنِ مجید میں بڑے اہتمام کے ساتھ کیا ہے۔ یہ سیّدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ایک زندۂ جاوید معجزہ ہے جس کے ساتھ حسین وجمیل اسلامی اور تاریخی یادیں وابستہ ہیں۔تاریخِ اسلامی کا یہ مہتاب نرالی شان کے ساتھ کعبہ شریف کے بابِ منور کے سامنے گیارہ میٹر کے فاصلے پر جلوہ نما اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

جلوہ گاہِ حضرتِ اعلیٰ خلیل
تا ابد جو ہیں زمانوں کے امام
جن کے نقشِ پا پہ سجدہ گاہ بنی
دیکھ! کعبہ میں عروجِ احترام

فخرِ موجودات حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”حجرِ اسود“ اور مقامِ ابراہیمؑ جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو بند کر دیا ہے ورنہ یہ مشرق سے مغرب تک ہر ایک چیز کو منور کر دیتے“ (ترمذی شریف، جلد اول، ص ۱۰۷)

مقام ابراہیم کا اصل مقام:

علامہ طاہر کُردی، امام ابنِ کثیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں اور ابن مزدیہ سے روایت ہے کہ مقامِ ابراہیم کعبہ شریف کے اندر تھا، نبی کریم ﷺ نے فتحِ مکہ کے دن سے باہر نکال کر کعبہ شریف کے قریب نصب کر دیا۔ (تاریخ القویم، جلد۴)

حاصلِ کلام:

حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم سے متعلق بے شمار تاریخی روایات راقم نے ابتدائی مسودہ میں نقل کیں۔ طوالت کے سبب ان کو خذف کر کے حضرت شیخ حسین عبداللہ باسلامہ کے مشاہداتی ذیلی قول پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ اپنی کتاب ''تاریخ مسجدِ حرام'' کے صفحہ ۱۰۶ پر لکھتے ہیں۔

''مقام ابراہیم پانی کے پتھروں کی طرح ایک نرم قسم کا پتھر ہے۔ اس میں سختی نہیں ہے۔ یہ پتھر مربع شکل کا ہے۔ طول و عرض اور بلندی میں پچاس سینٹی میٹر تقریباً بیس (۲۰) انچ ہے۔ اس کے بیچ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان ہیں۔ جو بیضوی مستطیل سطح میں دھنسے ہوئے ہیں۔ چوں کہ لوگوں نے انھیں کثرت سے چھوا اور زَم زَم کا پانی بھر کر پیا ہے؛ جس کی وجہ سے اب یہ گڑھے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ میں نے ۱۳۳۲ھ میں شیخ محمد صالح چشتیؒ کے ساتھ اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو مسحور رکھا۔ اس وقت یہ مقدس پتھر چاندی کے فریم میں تھا جس کا رنگ سیاہی سفیدی اور زردی کے بین بین تھا۔''

آبِ زم زم:

مقام ابراہیم پر طوافِ زیارت کے نوافل ادا کرنے کے بعد آبِ زَم زَم نوش کرنا سنتِ مبارکہ ہے۔ حجاجِ کرام اور عمرہ پر جانے والے حضرات کو یہ سعادت بار بار نصیب ہوتی ہے۔ آبِ زم زم وہی چشمہ آبِ بقا ہے جس نے سیّدہ ہاجرہ کے قلبِ مغموم و محزون کو راحت و رافت کی نویدِ جانفزا سے نوازا۔ بلکتے اور تڑپتے ہوئے ایک جاں بلب معصوم شیر خوار کو پیغامِ مسیحا سنایا۔ یہ رُوح الامیں کی بندہ نوازی کا کرشمہ ہے جو دو ہزار قبل مسیح سے آج تک فرزندانِ توحید کو سیراب کر رہا

ہے۔اس بے مثال پانی نے اپنے مقناطیسی اثر سے قبیلہ بنو جرہم کو اپنا انیس و ہم جلیس بنا کر ایک ویرانے کو اسلامی دنیا کا مرکز بنا دیا۔

داستانِ حرم بتاتی ہے کہ جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام حکمِ ربِ جلیل سے اپنی عفت مآب زوجہ مکرمہ اور معصوم شیر خوار لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عرب کے سنگلاخ ریگ زاروں میں یک وتنہا، بے یارومددگار چھوڑ کر چلے گئے۔تو ان غریب الوطن ماں بیٹے کا توشۂ حیات چند ہی دنوں میں جواب دے گیا۔معصوم بچہ پیاس کی شدت سے بے بس ہو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ماں کی ممتا جگر گوشہ کا تڑپنا بلکنا کب دیکھ سکتی تھی؟ وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتی ہوئی کبھی اُس پہاڑ پر چڑھ جاتیں اور کبھی اس پہاڑ پر؛ کہ شاید کہیں سے بچے کی زندگی کی بقا کا کوئی ذریعہ ہاتھ لگ جائے اور اُس بجھتے ہوئے چراغ کو جلا مُیسر ہو جائے۔

اسی اثنا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔اپنا پَر مار کر چشمۂ جاوداں جاری کر دیا۔سیّدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے خود بھی آبِ بقا نوش فرمایا اور اپنے لختِ جگر کو بھی پلایا۔برتن پانی سے بھر گیا اور چاروں طرف مٹی کی باڑ بنا کر پانی کو روک لیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہاجرہ اسے بند نہ کرتیں تو آج یہ کنوئیں کی بہ جائے دریا کی شکل میں ہوتا اور دنیا کو سیراب کرتا۔

جہاں پانی ہوتا ہے وہاں زندگی ہوتی ہے۔چناں چہ اس پانی کی کشش سے قبیلہ جرہم وہاں آ کر آباد ہو گیا؛ اور ایک روایت کے مطابق پانچ سو سال تک حکمران رہا۔بالآخر قبیلہ اپنے فسق وفجور، ظلم وستم اور حدودِ خداوندی سے تجاوز کے باعث ذلت وخواری کے ساتھ مکہ شریف کی پاکیزہ سرزمین سے بے دخل ہوا۔یہاں سے رخصت ہوتے وقت اُس نے کعبہ شریف کا خزانہ، غلافِ کعبہ، قیمتی تلواریں چاہِ زَم زَم میں ڈال کر اسے مٹی سے بھر کر زمین کے برابر کر دیا۔پانچ سو برس تک زَم زَم بند رہا۔امتدادِ زمانہ اور سیلابی تباہ کاریوں نے اس کا نام ونشان مٹا دیا لیکن قدرت کو منظور تھا کہ زَم زَم کا فیض ایک بار پھر جاری کر دیا جائے کہ تاحشر باقی رہے۔

چناں چہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کو خواب میں طیبہ

،مغونہ اور زَم زَم کے کھودنے کا حکم ملا۔ یہ تینوں نام اسی آبِ حیواں کے ہیں۔ جناب عبدالمطلب اپنے صاحبزادے حارث کی ہم راہی میں حرم شریف میں آئے اور اُس مقام کو کھودا جہاں آساف اور نائلہ کے بُت تھے۔ یہاں ایک کوے کو زمین کریدتے پایا اور بہ کثرت چیونٹیوں کو بھی دیکھا۔ یہی وہ علامات تھیں جو خواب میں بتائی گئی تھیں۔ اگر چہ قریش نے بتوں کی قربانیوں کے مقام کو کھودنے میں مزاحمت کی؛ لیکن انھوں نے کسی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنا کام جاری رکھا۔ گوہرِ مقصود زَم زَم کی صورت میں دستیاب ہوا۔

قبیلہ جرہیم کا دفینہ جس میں سونے کے دو ہرن، بہت سی قلعی دار تلواریں اور قیمتی زِرہی تھیں۔ اس طرح زَم زَم کی ترسیل کا انتظام حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے تصرف میں رہا۔ اُن کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت ابو طالب اس خدمت پر مامور رہے؛ لیکن انھوں نے اپنے بھائی عباس سے دَس ہزار درہم ایک سال کے لیے قرض لیے، مگر سال پورا نہ ہونے پر قرض ادا نہ کر سکے۔ چناں چہ انھیں مزید ایک سال کی مہلت اس شرط پر مل گئی کہ اگر آمدہ موسم حج کے موقع پر آپ رقم ادا نہ کر سکے۔ تو پھر "سقایہ" (پانی پلانے کی جگہ) کے منصب سے دست بردار ہو جائیں"۔

لیکن دوسرا سال گزر جانے کے باوجود قرض ادا نہ کر سکے۔ جس کی وجہ سے وہ حضرت عباس کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ چناں چہ اُس وقت سے لے کر آج تک حجاج کو پانی پلانے کی خدمت سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد انجام دے رہی ہے"۔

(تاریخِ مکہ، ص ۴۲۱)

زَم زَم وجہِ تسمیہ:

لغت میں زَم زَم کے کئی معنی مرقوم ہیں۔ مثال کے طور پر

۱۔ بہت زیادہ پانی۔ ۲۔ دُور سے گنگناہٹ سنائی دینا۔
۳۔ بکھری ہوئی چیز کو جمع کرنا۔ ۴۔ حفاظت کرنا

اسی سبب سے اس کا نام زَم زَم ہوا۔ (لسان العرب، جلد:۱۲،ص ۲۷۵)

حضرت امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ پانی کے بے حد کثرت اور بہتاب کے باعث اسے زَم زَم کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ زمزم، زمزدم اور زمازم اُسی وقت کیا جاتا ہے جب پانی بہت زیادہ ہو۔'' (مُسلم شریف؛ جلد۱،ص۴۰۰)

زم زم کے دیگر اسما:

عربی کے لغت کی مشہور کتاب، ''لسان العرب'' میں زَم زَم کے مزید کئی اسما منقول ہیں، زمزم، مکتومۃ، مغونہ، شباغتہ، سُقیا، الروا، رکعۂ جبرائیل، معزمتہ جبرائیل، شفاء سقم، طعام طعم، حفیرۃ عبدالمطلب، زمزام اور زوازمہ''

امام زیدی صاحب ''تاج العروس'' میں فرماتے ہیں۔ حدیث اور لغات کی کتابوں سے میں نے زم زم کے نام جمع کیے تو ان کی تعداد ساٹھ (۶۰) تک پہنچ گئی۔

(تاج العروس، جلد۸،ص ۳۸۸)

چاہ زم زم کے سوتے:

علامہ ازرقیؒ تحریر کرتے ہیں۔

''میں نے چاہِ زم زم کی پیائش کی۔ اُس کی گہرائی ساٹھ (۶۰) ذراع یعنی ۹۰ (نوے) فٹ تھی۔ ۲۲۳ھ ـــــ ۲۲۴ھ میں پانی کی مقدار میں بہت زیادہ کمی ہوگئی تھی۔ بلکہ ناپید ہوگیا تھا۔ ان دنوں مجھے کنوئیں میں اُترنے کا موقع بھی مل گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے تین بڑے صوفینہ نما سوت ہیں۔ ایک حجرِ اسود کی طرف سے ہے۔ دوسرا جبلِ ابی قبیس یعنی صفا کی طرف سے اور تیسرا مروہ کی جانب سے آرہا ہے۔ میں نے ایک سوت میں نماز بھی پڑھی۔''

☆☆☆☆☆

تصوف کے متعلق اقبال کے عمومی تصورات
(علامہ کی تحریروں کی روشنی میں)

ظہیر عباس

تصوف کے بارے میں علامہ کا پہلا مقالہ جو بہ زبانِ انگریزی، عبدالکریم الجیلی کے بارے میں ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔اور علامہ کے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے ''ایران میں مابعد الطبیعات کا ارتقاء'' کا ایک اہم جزو ہے۔علامہ اقبال کی بعض تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہ برس کے غور و خوض کے بعد ۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء [۱] کو علامہ کی تصوف کے بارے میں ارتقائی صورت

،علامہ کے تمام تصورات کے ارتکاز یعنی تصورِ خودی کی صورت میں منظرِ عام پر آئی۔

۱۹۱۰ء میں تصورِ خودی کو انھوں نے ''شخصیت'' کا نام دیا اور فرد و ملت کے ربط و ضبط پر اپنے آفاقی فکر کو تحریر کا ہیولیٰ پہنایا۔ ''مثنوی اسرارِ خودی'' کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ''جاوید نامہ، مقدمہ حواشی و تعلیقات'' میں یوں رقم طراز ہیں۔

> ''علامہ نے یہ مثنوی والدِ گرامی کی خواہش کی تکمیل کی خاطر مثنوی بو علی قلندرؒ کے طرز پر لکھی ہو یا اس زمانے کے تناظر میں جب انفرادی اور اجتماعی سطح پر ''شخصیت'' کا مسئلہ عام تھا، فرد اور جماعت کے تشخص کی حفاظت اور فرد و جماعت کے باہمی تعلق کے حوالے سے لکھی ہو۔ایک بات واضح ہے کہ ''علم الاقتصاد'' اور اسی زمانہ کے ایک اردو مقالہ ''قومی زندگی'' میں اشتراک مطالب سے انکار ممکن نہیں۔البتہ اس مثنوی میں ''اعلیٰ اخلاقی قابلیتوں'' کا مفہوم کھلے عام اطاعتِ الٰہی، ضبطِ نفس اور نیابتِ الٰہی پر مشتمل انسانی شخصیت ساز، تربیتی نصاب، اسلام کے زندہ و متحرک اور عصر ساز کردار کے ثبوت کے لیے فراہم کیا۔بقول اُن کے گویا اُنھیں یہ مثنوی لکھنے پر مامور کیا گیا ہے۔'' [۲]

☆ ماہر مضمون، گورنمنٹ ہائی سکول، تراپ۔تحصیل جنڈ (اٹک)

اپنی مدبرانہ سوچ کی بدولت وہ اس نتیجے پہ پہنچے کہ عجمی تصوف نے مسلمانوں کو فکر کی رنگینیوں سے مالا مال تو کیا مگر ان کے قوائے عمل کو مفلوج کر دیا۔ مثنوی اسرارِ خودی میں علامہ نے عجمی تصوف کے دو اہم نمائندوں افلاطون (۳) اور خواجہ حافظ (۴) پر برملا انتقاد کیا ہے۔ چناں چہ پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے درمیان علامہ کو ایک قلمی معرکہ سر کرنا پڑا۔ اس معرکے کا پہلا مرحلہ مثنوی اسرارِ خودی کی اشاعت اور دوسرا مرحلہ وحدت الوجود اور حافظ کی حمایت کے پردے میں علامہ اقبال کو تصوف کے خلاف جان کران کے خلاف ہونے والی نبرد آزمائی کا دفاع تھا۔ یہ دفاعی قلمی معرکہ تین چار سال کے عرصے پر محیط ہے۔ "مثنوی اسرارِ خودی" کی اس معرکہ آرائی کو پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان " جاوید نامہ، مقدمہ حواشی وتعلیقات" میں یوں بیان کرتے ہیں۔ " یہ مثنوی معرکہ آرا ثابت ہوئی۔ اس کی مخالفت اور حمایت میں خاصی گرد اُڑی اور بالآخر جب مطلع صاف ہوا تو وہی [فلسفہ خودی] فکرِ اقبال کی شناخت بن گیا۔"(۵)

مفکرینِ قدیم کے نظریات کا مطالعہ کرنے کے بعد علامہؒ پر افلاطونی فلسفہ حیات کے قبائح اور ذمائم بھی روشن ہوئے اور چوں کہ متصوفین عجم کے افکار وخیالات پر بھی افلاطونی فلسفہ حیات کی گہری چھاپ ہے۔ اس لیے انھوں نے عجمی بے عمل صوفیا کے خیالات وافکار سے بھی اپنا دامن چھڑا لیا۔

"اسرارِ خودی" کی اشاعتِ اول میں علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری کے ذریعے حافظ پر چوٹ کی؛ جس کی وجہ سے صوفیائے کرام کے علمبردار بے حد چراغ پا ہوئے اور علامہ مرحوم پر ہر طرف سے یورش کردی۔ ایران کے صوفی شعرا کی اکثریت تصوفِ عجم کی علمبردار ہونے کی وجہ سے انھوں نے اپنی شاعری میں افلاطونی فلسفۂ حیات کی تبلیغ کی۔ فلسفۂ افلاطونیت کی تبلیغ نے مسلمانوں کو من حیث القوم اتنا ضعف پہنچایا کہ آخر کار ان کی عظمت وسطوت کا محل زمیں بوس ہو گیا۔ علامہ اقبالؒ مسلمانوں کی بے عملی اور کاہلی پر سخت ناقدانہ انداز میں "ضربِ کلیم" میں ارشاد

فرماتے ہیں۔

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ "الست"
فقیہہ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور
کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگِ دست بدست
گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست؟[9]

ایک اور جگہ علامہ "فقر و راہبی" کے عنوان سے اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

کچھ اور چیز ہے شاید تیری مسلمانی
تیری نگاہ میں ہے ایک ، فقر و رَہبانی
سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی
پسند روح و بدن کی ہے وانمود اس کو
کہ ہے نہایتِ مومن خودی کی عریانی

خواجہ حافظ شیرازی اس فلسفہ حیات کے بہت بڑے مبلغ ہیں۔ وہ زندگی کو ایک معمہ سمجھتے ہیں جسے حل کرنا انسان کے امکان میں نہیں۔ وہ فلاسفہ اشاعرہ کے پیرو ہیں۔ جن کے فلسفہ حیات کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انسان کارخانہ قدرت میں مجبورِ محض ہے۔ اُسے اپنی زندگی و موت پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کی زندگی میں عزت و ذلت اس کا مقدر ہے۔ اس کی غربت و امارت کا انحصار قسمت پر ہے اور قسمت و مقدر ازل ہی سے لکھے جا چکے ہیں۔ لہٰذا زندگی میں جد و جہد اور محنت و سخت کوشی محض لاحاصل ہے۔

مذکورہ بالا دفاعی قلمی معرکہ کے بارے میں ''اِقبال نامہ'' ، مجموعہ مکاتیبِ اِقبال میں شیخ عطااللہ لکھتے ہیں۔

''خواجہ صاحب نے مثنوی اسرارِ خودی پر اعتراض کیے تھے۔ چونکہ میرا عقیدہ تھا اور ہے کہ اس مثنوی کا پڑھنا اِس ملک کے لوگوں کے لیے مفید ہے اور اِس بات کا اندیشہ تھا۔ کہ خواجہ صاحب کے مضامین کا اثر اچھا نہ ہوگا، اس واسطے مجھے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ورنہ کسی قسم کے بحث مباحثہ کی مطلق ضرورت نہ تھی، نہ بحث کرنا میرا اشعار ہے بلکہ جہاں کہیں بحث ہو رہی ہو، وہاں سے گریز کرتا ہوں۔''(۷)

علامہؒ کے بیش تر مکاتیب اس قلمی معرکہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ مکاتیب کے اس سلسلے میں علامہؒ تصوف کے بارے میں دو امور کا حوالہ دیتے نظر آتے ہیں۔ پہلا حوالہ، تصوف کے حوالے سے دفاعی مضامین کا وہ سلسلہ ہے جو عجمی تصوف کی مخالفت کے دفاع میں انھیں لکھنا پڑا۔ لیکن اس دفاعی صورت میں بھی علامہ کا اصول حریفوں سے جداگانہ تھا۔ اس بارے میں علامہؒ اپنے نظریات کی تائید اِن الفاظ سے کرتے ہیں۔

''میں نے صاف باطنی کے ساتھ لکھا تھا کہ آپ میرے ساتھ ناانصافی نہ کریں۔ علمی بحث ہونی چاہیے، حریف کو بدنام کرنا مقصود نہ ہونا چاہیے بلکہ اس کو قائل کرنا اور راہِ راست پر لانا۔''(۸)

حواشی وتعلیقات

۱۔ ارشاد شاکر اعوان، ڈاکٹر، ''جاوید نامہ، مقدمہ حواشی وتعلیقات''، مخزونہ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، ص ۴

۲۔ ارشاد شاکر اعوان، ڈاکٹر ''جاوید نامہ، مقدمہ حواشی وتعلیقات''ص ۳

۳۔ مشہور فلاسفر افلاطون یونان کا رہنے والا راہبِ قدیم تھا۔

۴۔ فارسی غزل کا گلِ سر سبد خواجہ حافظ جس کا 'قال' صوفیہ کا 'حال' بنتا رہا ہے۔ حافظ کے بارے میں کرم حیدری اپنے ایک مضمون ''حافظ اور اقبال'' میں بیان کرتے ہیں کہ:

''حافظ کی وفات کو سات سو سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ لیکن آج بھی اس کے کلام میں وہی دلکشی،

وہی جاذبیت وہی تاثر جو اس کی زندگی میں موجود تھا۔ بل کہ آج اس کا کلام پڑھنے والوں اور پڑھ پڑھ کر جھومنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ گزشتہ زمانوں میں اس کا عشر عشیر بھی نہ تھی۔ اپنی زندگی میں حافظ کو لسانِ غیب اور ''ترجمانِ اسرار'' کے خطابات دیے گئے۔ حافظ دبستانِ عراقی سے تعلق رکھتے ہیں۔

(کرم حیدری، ''حافظ اور اقبال''، ماہِ نو، ''اقبال نمبر'' ستمبر ۱۹۷۷ء)

۵۔ ارشاد شاکر اعوان، ڈاکٹر ''جاوید نامہ، مقدمہ حواشی و تعلیقات'' ص ۴

۶۔ ضربِ کلیم۔ ''شکست''، مشمولہ ''کلیاتِ اقبال''، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۵۵۱

۷۔ ''اِقبال نامہ'' ، شیخ عطا اللہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۷

۸۔ ''اِقبال نامہ'' ، شیخ عطا اللہ، ص ۱۸

☆☆☆☆☆

پیغامِ اقبال

علامہ محمد اقبالؒ

غریبِ شہر ہوں مَیں ، سُن تو لے مری فریاد
کہ تیرے سینے میں بھی ہوں قیامتیں آباد

مری نوائے غم آلود ہے متاعِ عزیز
جہاں میں عام نہیں دولتِ دلِ ناشاد

گِلہ ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے
سمجھتا ہے مری محنت کو محنتِ فرہاد

"صدائے تیشہ کہ برسنگِ میخورد دِگر است
خبر بگیر کہ آوازِ تیشہ و جگر است"

[ارمغانِ حجاز]

☆☆☆☆

گوشہ

حضرت مولانا محی الدین احمدؒ [م ۱۳۳۸ھ۔ ۱۹۲۰ء]

کوائفِ حیات

اسمِ گرامی	:	حضرت مولانا محی الدین احمدؒ
ولادتِ باسعادت	:	۱۲۷۵ھ۔۱۸۵۸ء
مقامِ پیدائش	:	مکھڈ شریف (اٹک)
والدِ مکرم	:	حضرت مولانا میاں محمد مکھڈیؒ
جدّ امجد	:	حضرت مولانا حافظ محمد محسنؒ ولدِ مولانا محمد ابراہیمؒ
نانا	:	حضرت خواجہ زین الدین مکھڈی معروف بہ زینت
	:	الاولیا (سجادہ نشین حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی)
آبائی گاؤں	:	تھوہا محرم خان، تحصیل تلہ گنگ
برادرِ مکرم	:	حضرت مولانا شمس الدینؒ مکھڈی [م ۱۳۳۰ھ۔۱۹۱۲ء]
اساتذہ کرام	:	حضرت خواجہ زین الدین مکھڈی معروف بہ زینت الاولیا
		حافظ محمد محسن [جدّ امجد]
		مولوی محمد قاسم (ساکن بھو، نزد دُرداد، ضلع اٹک)
		مولوی خورشید لنگڑیالی [لنگڑیال، تحصیل پنڈی گھیب۔اٹک]
		حافظ عبدالقدوس چھاچھی [چھچھ، ضلع اٹک۔مدفون: مکھڈ شریف]
		مولانا خان محمد مرجانی
بیعت	:	حضرت خواجہ زین الدین مکھڈی معروف بہ زینت الاولیا
خلافت	:	حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ
حجِ بیت اللہ کی سعادت	:	۱۲۹۹ھ
معیت	:	حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ

قیامِ حجازِ مقدس	:	چھ ماہ
شادی مبارک	:	آپؒ نے تین شادیاں کیں۔
صاحبزادگان	:	حضرت مولانا محمد احمد الدین مکھڈیؒ،
		حضرت مولانا محمد الدین مکھڈیؒ،
		حضرت مولانا غلام زین الدین مکھڈیؒ
وصال مبارک	:	منگل ۸۔ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء
مقامِ وصال	:	مکھڈ شریف
مدفن مبارک	:	مکھڈ شریف
سالانہ عرس مبارک	:	۶،۷،۸ ذی الحجہ

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ

مولانا محمد الدین مکھڈیؒ

یہ تحریر مولانا محمد الدین مکھڈیؒ [م ۱۹۷۵ء] کی تالیف ''تذکرۃ الصدیقین'' سے لی گئی ہے۔ جو فیروز سنز، لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب پچھلی صدی کی ساتویں دہائی میں شائع ہوئی۔ ابھی چند سال قبل اس کی اشاعت ثانی عکسی ایڈیشن کے طور پر ہوئی۔ ادارہ

متعلق حالات پیر و مرشد والد بزرگوار راقم آثم اعنی حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین احمد نوراللہ مرقدہ شریف یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ حضرت پیر و مرشد راقم آثم حضرت زینت الاولیاءؒ کے نواسے تھے۔ حضرت موصوف کے والد ماجد کا اسمِ مبارک میاں محمد ہے اور جدِ امجد کا اسم مبارک حافظ محمد محسن ہے۔ حافظ محمد محسن صاحب مکھڈ میں تشریف لا کر مقیم ہوئے۔ حافظ صاحب کے والد ماجد کا اسم مبارک مولوی ابراہیم صاحب، ان کا مسکن تھوہا محرم خاں واقع تحصیل تلہ گنگ ہے۔ آپ کا مزارِ مقدس بھی اسی جگہ ہے۔ آپ کے تین صاحبزادہ تھے ایک حافظ محمد محسن صاحب، دوسرے مولوی غلام حسن صاحب، یہ دونوں عینی بھائی تھے۔ تیسرے محمد اکرم صاحب ان کی ماں الگ تھی۔ مخالفتِ زمانہ کی وجہ سے یہ دونوں بھائی والدِ ماجد سے رُخصت ہو کر اِدھر اُدھر چلے گئے۔ حضرت حافظ محمد محسن صاحب علاقہ نرڑا میں ایک قصبہ ترنگ میلا [تحصیل جنڈ، ضلع اٹک] ہے؛ وہاں آ کر مقیم ہوئے اور مولوی غلام حسن صاحب علاقہ سرگودھا موضع للیانی [سرگودھا] میں جا کر سکونت پذیر ہوئے۔ محمد اکرم صاحب والد بزرگوار کے ساتھ رہے مگر والد کی وفات کے بعد وہ بھی اس وطن کو چھوڑ کر موضع ڈھڈیال [سرگودھا] میں جا کر سکونت پذیر ہوئے۔ اور تھوار کی جائداد مکان اور زمین مزروعہ سب ضائع ہو گئی۔

جدِ امجد حافظ صاحب چند عرصہ ترنگ میلہ میں مقیم رہے حتیٰ کہ ہماری ایک دادی صاحبہ کا وہاں انتقال ہوا اُن کا مزار وہاں ہے۔ اس کے بعد مکھڈ تشریف لا کر بازار والی مسجد میں مقیم ہوئے۔ اور درسِ کلام اللہ دینا شروع کیا۔ بہت لوگ ان سے فیض یاب ہوئے۔ ہماری للیانی والی

برادری اپنا سلسلۂ نسب قطب شاہ سے ملا کر اپنے آپ کو اعوان سمجھتے ہیں۔ والعلم عند اللہ۔ اُن کا بھیجا ہوا شجرۂ نسب موجود ہے۔ راقم آثم ابھی تک اس شجرہ نسب کی صحیح تحقیق نہیں کر سکا۔ ہاں البتہ یہ بات تسلی بخش اور شجرہ کی تصدیق کنندہ ہے کہ حضرت والدِ بزرگوار نے سرکاری کاغذاتِ مال میں اپنے آپ کو اعوان درج کرایا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقہ

الراقم آثم نے اپنے پیرو مرشد کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جدِ امجد حافظ صاحب خلقِ خدا کی بہت خدمت کرتے تھے۔ مشک رکھی ہوئی تھی۔ بھر کر لوگوں کو پانی پلاتے، راستہ جو خراب ہوتا اس کو درست فرماتے۔ مسافر مسجد میں آجاتا تو چکی اپنے پاس رکھی ہوتی آٹا پیس کر کسی سے روٹی پکوا کر اُس کو لا دیتے اور اپنے صاحبزادہ میاں محمد صاحب کو جو کہ حضرت زینت الاولیاؒ کی خدمت اقدس میں شغل تعلم کار کھتے تھے۔ فرماتے کہ "ان اینٹوں یعنی کتابوں میں کچھ نہیں ہے خَلقِ خدا کی خدمت کیا کرو۔"

راقم آثم نے حاجی عبدالکریم پوستی سے سنا جو کہ جدِ امجد کا شاگرد تھا کہتا تھا کہ میں نے حافظ صاحب سے پندرہ سیپارے ناظرہ پڑھے تھے۔ ایک دن صبح کو مجھے پکڑ کر میرے والد کے پاس لے آئے۔ اس کو فرمانے لگے۔ میاں عبدالرحمٰن! میں نے تیرے بیٹے کو پندرہ سیپارے ناظرہ پڑھائے ہیں؛ لیکن حافظوں سے اس کو اچھے آتے ہیں۔ اب اس کو سنبھالو اور جس کے پاس تمھاری مرضی ہو تعلیم کے لیے چھوڑو۔ میرے والد نے نہ سمجھا کہ یہ سب کیوں فرما رہے ہیں۔ کوئی ناراضگی آگئی ہے یا کیا وجہ ہے۔ رات عشاء کی نماز جب پڑھا چکے تو سب مقتدیوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ "حیاتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے کسی کو کوئی ناراضگی ہو تو معاف کر دے"۔ سب نے یہی خیال کیا کہ وَیسے فرما رہے ہیں۔ کیوں کہ ظاہری طور پر کوئی تکلیف بیماری وغیرہ نہ تھی۔ جب صبح نماز کے لیے سب حاضر ہوئے تو حافظ صاحب کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ کھٹکھٹایا کوئی جواب نہ آیا جب دروازہ توڑا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ وصال پا چکے ہیں۔

جدِ امجد میاں محمد صاحب جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے حضرت زینت الاولیاءؒ کی خدمت میں

علم کے پڑھنے میں مشغول رہے۔ تاآں کہ حضرت نے کمالِ کرم سے اپنی صاحبزادی صاحبہ بی بی غلام فاطمہ صاحبہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ جن کی ساری اولاد کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

راقم آثم نے اپنے پیرو مرشد سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ والدِ بزرگوار کو عبادتِ الٰہی کا بہت ذوق وشوق تھا۔ حتیٰ کہ ساری رات بیٹھ کر بڑے درود شریف ''صلوٰۃ'' تُنجینا کا وِرد لاکھ پورا کر لیتے؛ اور ایک مرتبہ والدِ بزرگوار نے بالکل کھانا بند کر دیا۔ چند دن اسی طرح گزر گئے۔ جدِ امجد حافظ صاحب نے بہت اصرار کیا مگر انھوں نے کچھ نہ کھایا۔ خیر جدِ امجد نے حضرت زینت الاولیاؒ کی خدمت میں عرض گزاری کہ کتنے دن ہو گئے۔ کہ میاں محمد نے بالکل کسی چیز کو نہیں کھایا آپ اس کو فرمادیں کہ بالکل ترکِ طعام نہ کرے۔ چناں چہ حضرت کے فرمان سے والدِ بزرگوار نے کچھ تھوڑی لسی روٹی کھائی۔ اس کھانے کی وجہ سے بخار ہو گیا اور پیرو مرشد فرماتے تھے کہ والدِ بزرگوار ہر رات بلاناغہ ''لڑی والا شہید'' اور شہر میں جو قبریں بزرگوں کی باقی ہیں ان کے پاس جا کر فاتحہ خوانی کرتے۔ ایک دفعہ والدِ بزرگوار بیمار ہو گئے تو فرمانے لگے کہ یہ تینوں صاحب میری عیادت کے لیے میرے پاس آئے اور مجھے انھوں نے علاج بھی بتلایا ہے۔ صاحبِ تذکرہ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات باپ بیٹا کی بیعت حضرت خواجۂ خواجگان حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کے ساتھ تھی۔ القصہ حضرت پیرو مرشد والدِ بزرگوار کی والدہ ماجدہ پہلے فوت ہو گئیں۔ پھر والدِ ماجد بھی مرضِ ہیضہ وبائی میں مبتلا ہو کر دارِ فانی کو چھوڑ گئے۔

راقم آثم نے اپنے پیرو مرشد کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ شہر میں ہیضہ وبائی صورت میں تھا۔ کوئی شخص اسی مرض سے فوت ہوا۔ والدِ بزرگوار اس جنازے کے ساتھ تشریف لائے۔ جب شہر کی جانب واپس روانہ ہوئے راستہ میں مرض میں گرفتار ہو کر انتقال فرما گئے۔ اور فرماتے تھے کہ ہم دونوں بھائی اس وقت چھوٹے بچے تھے۔ کسی نے وفات کے وقت والدِ بزرگوار کی خدمت میں عرض کی کہ ان بچوں کو کس کے حوالہ کیے جاتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ میں ان کو اللہ جل شانہ کے حوالہ کرتا ہوں؛ وہی ان کا کفیل ہے۔ فرماتے تھے کہ والدِ بزرگوار نے ہم کو خدا تعالیٰ کے

حوالہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے ہم کو کسی وقت کسی کا محتاج نہ کیا۔

حضرت جدِ امجد کا مزار خواجہ محکم الدین کے متصل جانبِ غرب بنایا گیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت پیرومرشد والد بزرگوار وعمِ بزرگار اپنے جدِ امجد حضرت حافظ محمد محسن صاحب کے زیرِ تربیت رہے۔ چند عرصہ بعد حضرت زینت الاولیاؒ کی حیاتِ ظاہری میں حافظ صاحب بھی انتقال فرما گئے۔ ان کا مزار موجودہ مسجد کے متصل جانبِ جنوب قریب مینارہ جنوبی کے واقع ہے۔ اب صرف اللہ جل شانہ کا اور حضرت زینت الاولیاءؒ کے رحم وکرم کا بھروسہ تھا۔ چناں چہ دونوں حضرت کے زیرِ سایہ تعلیم دینیہ میں مشغول ہو گئے۔

صاحبِ تذکرہ لکھتے ہیں کہ حضرت زینت الاولیاؒ کے ایام وصال میں پیرومرشد کی عمر شریف بیس سال کے قریب تھی اور اس وقت دونوں بھائی والدِ بزرگوار وعمِ بزرگوار موضع بھٹو قریب فتح جنگ [نزد دُرداد۔ ضلع اٹک] میں مولوی محمد قاسم صاحب کے پاس پڑھتے تھے۔ حضرت والد بزرگوار اس وقت ''شرح ملا جامی وعبدالغفور'' پڑھتے تھے۔ حضرت کے وصال سے چھٹے دن اطلاع پر مکھڈ پہنچے۔ حضرت کا وصال تیرہ محرم ہوا ہے۔ اسی سال ماہِ صفر میں تونسہ مقدسہ میں حضرت اعلیٰؒ کے عرس شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت غریب نواز حضرت خواجہ اللہ بخش صاحبؒ نے حضرتِ والدِ بزرگوار کو رسمی دستار بندی کرائی۔ جب دوسرے سال اسی موقع پر حاضر ہوئے تو حضرت صاحب نے خلافت عطا فرما کر بیعت کی اجازت بخشی اور حضرت مولاناؒ کی جانشینی کے منصب سے فائز فرمایا۔

صاحبِ تذکرہ لکھتے ہیں کہ حضرت پیرومرشد والدِ بزرگوار عرصاً دہ۔ ۱۰ سال تخمیناً حضرت کے وصال کے بعد علمِ ظاہری کی تحصیل میں مختلف اساتذہ سے مشغول رہے۔ اس کے بعد ۱۳۰۵ھ میں فارغ التحصیل ہو کر علمِ ظاہری وباطنی کا فیضان طلاب اور مسترشدین پر جاری فرمایا۔ حضرت پیرومرشد کے استاذ مولوی محمد قاسم صاحب بھٹو والے تھے اور مولوی خورشید صاحب لنگڑیال والے [تحصیل پنڈی گھیب، اٹک] اور حافظ عبدالقدوس صاحب چھچھ والاے [ضلع

اٹک] اور مولوی خان محمد صاحب مرجان والے جو کہ مسجد جمادی خیل والی[ضلع میانوالی] میں رہائش رکھتے تھے۔علاوہ اس کے حضرتِ والدِ بزرگوار درمیان میں ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔وہاں بھی کچھ تحصیلِ علوم فرماتے رہے۔مکھڈ حضرت مولاناؒ کا مدرسہ حضرت والدِ بزرگوار کی حیاتِ ظاہری میں پہلے کی طرح اپنی پوری آب وتاب سے روشن رہا۔دور دور سے افغانستان، بخارا وغیرہ علاقوں سے طالب علم حاضر ہو کر اس چشمہ ٔفیض سے بہرہ ور ہوتے اور فارغ التحصیل ہو کر اپنے ملکوں میں جا کر اس فیض کو جاری کرتے۔

صاحبِ تذکرہ لکھتے ہیں کہ حضرت پیرومرشد کو بہ ظاہر خلافتِ حضورِ کریم حضرتِ محبوب ذی العرش خواجہ اللہ بخشؒ سے حاصل ہوئی۔مگر در حقیقت حضرت زینت الاولیاؒ کا منشائے مبارک بھی یہی تھا۔اس کے متعلق پیرومرشد سے ایک حکایت نقل کرتے ہیں اور یہ بات راقم آثم نے خود بھی حضرت پیرومرشد کی زبان مبارک سے سُنی ہے۔وہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ مدت یہ عادت بنائی ہوئی تھی۔کہ نمازِ عشاء کے بعد جب استراحت کے لیے قد دراز فرماتے ؛تو میں حاضر ہو کر حضرتؒ کے پاؤں اور اندام مبارک کو دباتا تھا۔استاذ قریشی صاحب ساکن تراپ[تحصیل جنڈ، ضلع اٹک] جو کہ خاص مقربین سے تھے اور حضرت کی ان پر کمال شفقت تھی۔ان ایام میں اپنے قصبہ تراپ میں کسی ضرورت کے ماتحت تشریف لے گئے تھے۔اتفاقاً بنگلہ شریفہ میں ایک رات حضرت کے پاؤں مبارک دبانے میں صرف میں اکیلا حاضر تھا؛اور کوئی شخص غلامان سے حاضر نہ تھا۔میرے دل میں اچانک یہ خطرہ گزرا۔وہ یہ کہ حضرت اب بہت نحیف وکمزور ہو گئے ہیں اور استاد قریشی صاحب پر حضرت کی خاص طور پر نظرِ شفقت وعنایت ہے۔امید کہ آپ ان کو اپنا نائب وجانشین مقرر فرما دیں گے۔مجرد خطور اس خطرہ کے حضرت نے اپنا سر مبارک اٹھا کر میرے قریب لا کر فرمایا "قریشی سوہرا تھینا ہے" دو تین دفعہ حضرت نے اس کلمہ کو دُوہرایا ؛جس سے مجھے ندامت حاصل ہوئی۔تو یہ قصہ اس حقیقت پر روشن دلیل ہے حضور کریم حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب کی خصوصی نظر عنایت حضرت پیرومرشد پر مبذول تھی۔حتیٰ کہ حضور

کریم کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو بہ ذریعہ سرافراز نامہ حضرت پیرومرشد کو اطلاع فرماتے۔ کہ میں فلانی تاریخ فلانی سمت روانہ ہوگا۔ چنان چہ حضرت والدِ بزگوار اس سرافراز نامے کو دعوت نامہ سمجھ کر فوراً حاضر ہو جاتے۔

چناں چہ جب حضرت حضور کریم [حضرت اللہ بخش تونسویؒ] نے ۱۲۹۹ھ میں حجِ بیت اللہ و زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کا ارادہ فرمایا تو حسبِ عادتِ شریفہ حضور کریم [حضرت اللہ بخش تونسویؒ] نے اطلاع سے سرافرازی بخشی اور حضرت پیرومرشد نے بھی فوری تعمیل کی کوشش کی۔ لیکن اس وقت حضرت پیرومرشد کی نانی صاحبہ حرم محترم حضرت زینت الاولیاؒ قیدِ حیات میں تھے۔ ان سے اجازت طلب کی۔ انھوں نے اجازت میں کچھ تامل کیا۔ آخر چند دن کے بعد انھوں نے اجازت بخشی مگر اتنے تک حضور کریم [حضرت اللہ بخش تونسویؒ] بمبئ [ممبئ] سے جہاز پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے۔ مگر اپنے غلام کو جس کا نام آتش خان تھا؛ اور بمبئ [ممبئ] میں حضور کی روانگی وغیرہ کا سارا انتظام اسی نے کیا تھا۔ اس کو روانگی کے وقت فرما گئے تھے کہ میرا ایک بیلی یعنی دوست آویگا [آئے گا]۔ اس کو میرے پیچھے جلدی روانہ کرنا۔ چناں چہ حضرت والدِ بزرگوار اجازت ملنے کے بعد فوراً روانہ ہوئے اور بمبئ [ممبئ میں] آتش خان کے پاس پہنچے۔ اس نے کہا کہ حضور تمہارے جلدی روانہ کرنے کے متعلق حکم فرما گئے ہیں اور حضور کی کوئی چیز وہاں رہ گئی تھی۔ وہ بھی اس نے حضرت پیرومرشدم کے حوالہ کی؛ اور ان کی روانگی کا جلدی بندوبست کر کے روانہ کر دیا۔ آپ مکہ مکرمہ میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے اور یہ سفر چھ ماہ کا تھا۔ اس سارے سفر میں دل وجان سے ہر قسم کی خدمت گزاری کا حق ادا کر کے موردِ الطاف وعنایات خصوصی ہوئے۔

حضرت پیرومرشدم والدِ بزرگوار اور عمِ بزرگوار دونوں بھائیوں کی بیعت حضرت خواجہ زینت الاولیاؒ کے ساتھ ہے۔ حضرت پیرومرشدم حضرت زینت الاولیاؒ کے سب اعمال وعادات ونشست وبرخاست میں پورے متبع تھے۔ تدریسِ علومِ ظاہریہ سے جو وقت فارغ ملتا اس کو اوراود

نوافل، عبادتِ الٰہی میں صَرف فرماتے۔ شام وعشاء کے درمیان کا وقت اکثر درودخوانی میں صرف ہوتا تھا۔ نمازِ عشاء کے بعد بھی کافی دیر تک آپ مسجد میں تشریف فرمارہتے۔ اس کے بعد مکان پر تشریف لے جا کر کھانا تناول فرما کر آرام فرماتے۔ عصر اور شام کے درمیان کا وقت بھی مسجد میں تشریف فرمارہتے اور عبادت کا شغل رہتا تھا۔

ابتدائی ایام اوائلِ عمر میں تدریس پر زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ اواخر عمر میں زیادہ وقت عبادت میں صرف ہوتا تھا لیکن تدریس سے کوئی حصہ عمر کا خالی نہ تھا۔ چند عرصہ حضرت پیر ومرشد کی نظرِ مبارک بوجہ موتیا بند، کے بند ہوگئی تھی۔ اس وقت بھی آپ تدریس فرماتے رہے۔ حضرت پیر ومرشدم تقویٰ وزُہد وتوکل علی اللہ وغیرہ صفاتِ حسنہ کے ساتھ بہ درجہ اتم موصوف تھے۔ احیائے شرع وسنتِ نبوی میں حد درجہ کوشش فرماتے۔ حضرت پیر ومرشدم کی حیاتِ ظاہری میں کسی مذہبِ باطل کی طاقت نہ تھی؛ کہ سر اُٹھا سکے۔ بعض افراد اس وقت بھی مذہبِ شیعہ رکھتے تھے۔ لیکن جب مردم شماری حکومت کی طرف سے ہوئی تو کسی فرد نے بھی اپنے آپ کو شیعہ لکھانے کی جرأت نہ کی۔ نجدی، وہابی، مرزائی کسی کی طاقت نہ تھی کہ شہر میں داخل ہو کر اپنے خیالاتِ باطلہ کا اظہار کر سکے۔ بعض باطنی شیعوں نے حضرت پیر ومرشدم کے برخلاف بہت سازشیں اور جارحانہ حملے کیے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو شرمندہ اور ذلیل کیا اور حضرت کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر مفسد بے دین کے شر سے محفوظ رکھا۔ اس کی صاف اور ظاہر وجہ یہ تھی کہ حضرت کا ہر قول وفعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور شرعِ الٰہی کے بچانے کی خاطر تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت کی ہر موقع پر کامل امداد فرمائی۔ سچ ہے:

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ

(یعنی جس شخص کا فعل وقول اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد اُس کے شاملِ حال ہوتی ہے۔)

حضرت زینت الاولیاءؒ کے زمانہ مبارک میں کتب خانہ کچھ تھوڑی قلمی کتابوں پر اور بعض

چھاپ شدہ کتابوں پر مشتمل تھا۔مگر ساری کتابیں شہر والے گھر میں کچھ صندوق میں، کچھ چار پائیوں پر ہوتی تھیں۔حضرت پیرومرشدم نے زیارت شریف پر متصل بارہ دری کتب خانہ تعمیر کرایااور کتابیں زائد خرید فرما کراور شہروالی کتابیں بھی لاکر کتب خانہ میں رکھیں۔لیکن چوں کہ خرید کتب کا سلسلہ جاری تھاوہ کتب خانہ کتابوں پر تنگ ہوگیا۔لہٰذا دوسرا بڑا کتب خانہ تعمیر کرایا گیااور اس میں کتابوں کو لایا گیا۔لیکن باوجود فراخی کے اس نئے کتب خانہ کی الماریاں بھی اس وقت کتابوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں اور حضرت زینت الاولیاؒ کے زمانۂ مبارک میں ایک چھوٹی سی مسجد موجودہ مسجد کی جگہ پر تعمیر ہوئی۔حضرت پیرومرشد نے اس کو فراخ کیا۔سابقہ مسجد کی غربی یوار موجودہ مسجد کی غربی دیوار میں مدغم کر کے باقی دیواریں گرا کر مسجد کو بہت فراخ بنایا گیا۔روضہ مطہرہ کے اردگرد صفہ جات[برآمدے]تعمیر کرائے گئے۔

حضرت پیرومرشدم نے لنگر خانہ تعمیر کرایا۔مسجد کے مقابل طلبا کی رہائش کے لیے بہت سی کوٹھیاں تعمیر کرائیں۔تالاب ازسرِ نو پختہ کرایا۔بارہ دری کو وسعت دی۔اس کے غربی اور شمالی جانب دو کمرے تعمیر فرمائے۔خلاصہ یہ کہ حضرت پیرومرشدم کے زمانۂ مبارک میں زیارت شریف پر کافی مکانات حسبِ ضرورت تعمیر ہوگئے۔آخری ایام میں راقم آثم کے رہائش کے لیے کمالِ کرم سے مکانات تعمیر فرمائے۔حضرت پیرومرشدم پر اللہ جل شانہٗ کی یہ مہربانی تھی کہ جس وقت کوئی غلام اپنی حاجات یا تکالیف حضرت پیرومرشدم کی خدمت میں عرض کرتا؛ اگر اس کے حال پر کرم فرما کر اپنی توجہ مبارک اس کی طرف مبذول فرماتے اور اس کی حاجت یا تکلیف اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں پیش فرماتے تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روا کر دیتا یا تکلیف رفع فرما دیتا تھا۔راقم آثم نے خداداد خاں صاحب عیسیٰ خیل سے جس کی بیعت حضرت خواجہ زینت الاولیاءؒ کے ساتھ تھی اور حضرت کا بہت ہی مخلص غلام تھا۔اس کی زبان سے سنا کہ میں نے عہدہ تھانداری میں چند عرصہ گزارا۔میں جب مکھڈ شریف زیارت کے لیے حاضر ہوا۔اس وقت راقم آثم کے پیرومرشد سجادۂ ارشاد پر جلوہ افروز تھے۔میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ تھانیداری کو اب کافی عرصہ

ہوگیا ہے۔دُعا فرماؤ کہ میری ترقی ہو جاوے۔[جائے] آپ نے فرمایا کہ اس کے اوپر کون سا عہدہ ہوتا ہے۔میں نے عرض کی کہ انسپکٹر جس کو کمیدان کہتے ہیں۔یہ سُن کر آپ خاموش ہو گئے۔ میں جس وقت یہاں سے واپس اپنے تھانہ میں پہنچا تو میرے انسپکٹری کے کاغذات مرتب ہو چکے تھے،اور جلدی مجھے انسپکٹر بنا دیا گیا۔کچھ عرصہ کے بعد میں پھر حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ نام اب پُرانا ہو گیا کوئی اور نام تبدیل فرماؤ۔آپ فرمانے لگے کہ فلانا! اس دربار سے تُو کبھی خالی واپس گیا ہے۔بس اسی فرمان پر میری تسلی ہو گئی۔میں جب واپس پہنچا تو مجھے ڈپٹی سپریٹنڈنٹ بنا دیا گیا ۔خاں موصوف اخیر تک اسی عہدہ پر فائز رہا۔باوجودیکہ انگریزی میں اپنے دستخط بھی نہیں کر سکتا تھا۔

راقم آثم نے شیخ عبداللہ مرحوم خادم حضرت پیرومرشدم سے سنا؛ وہ کہتا تھا کہ میں ایک دن اتفاقیہ طور پر شہر مکھڈ میں گیا اور میاں احمد بخش و محمد بخش رنڑیال جن کو حضرت پیرومرشدم ماموں کہہ کر پکارتے تھے اور لنگر کا سارا خرچ سوائے خرچ اعراس کے ان کے ذمہ تھا۔میں ان کے مکان پر چلا گیا۔اور میرے دِل میں خیال آگیا کہ میں ان سے پتہ کروں کہ ان کا کتنا قرضہ لنگر کے نام ہے۔میں نے ان کو کہا کہ لنگر کا حساب مجھے دکھاؤ۔پہلے تو انھوں نے کچھ تامّل کیا۔آخر انھوں نے حساب نکالا تو پانچ ہزار روپہ لنگر کے نام ان کا قرضہ تھا۔میں تو حیران ہو گیا کہ اتنا قرضہ ہو گیا اور انھوں نے کبھی ذِکر نہیں کیا اور حضرت نے بھی کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔انھوں نے تو کہا کہ کوئی بات نہیں ہے۔یہ سب کچھ ہمارا مال ان کا اپنا ہے۔ہم تو بالکل مطالبہ نہیں کرتے۔جس طرح حضرت کی مرضی ہو کریں۔لیکن مجھے بہت فکر دامن گیر ہوا کہ اتنا قرضہ جمع ہو گیا ہے۔یہ کس طرح ادا ہو گا۔آمد اتنی نہیں ہے کہ اس قرضہ کو اتار سکے۔

میں جب زیارت شریف پر آیا تو فراغت کے وقت میں نے عرض کی کہ غریب نواز! میں آج رڑیالوں کے مکان پر گیا اور ان کے کاغذات میں لنگر کا قرضہ دیکھا وہ تو پانچ ہزار ہو گیا ہے؛ اور آپ نے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔میری بات سُن کر حضرت نے فرمایا: کہ

انھوں نے مطالبہ کیا ہے۔ میں نے عرض کی انھوں نے مطالبہ تو نہیں کیا اور نہ کرتے ہیں ،مگر جب قرض ہے تو ضرور دینا ہے۔ حضرت نے دو تین دفعہ اسی کلمہ کا اعادہ فرمایا کہ انھوں نے مانگا ہے اور میں نے یہی جواب عرض کیا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ شیخ صاحب موصوف کہتا تھا کہ اس کے بعد ایسی جگہوں سے رقمیں آنی شروع ہو گئیں کہ جن کا خیال وگمان بھی نہیں تھا اور تھوڑے عرصہ میں وہ سارا قرضہ ادا ہو گیا۔

حضرت پیرو مرشد کی موتیا بند کی وجہ سے دونوں آنکھوں کی نظر بند ہو گئی؛ تو آپ آپریشن کرانے سے گریز فرماتے۔ اگر کوئی غلام عرض کرتا تو فرماتے کہ سنا ہے کہ آپریشن کے بعد چند ایام ڈاکٹر لوگ بالکل مریض کو ہلنے جلنے سے منع کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں نماز کیسے ادا ہو سکتی ہے کیا معلوم کہ انھی ایام میں موت آجاوے [آجائے] اور قضا کا وقت نہ مل سکے۔ اس لیے میں آپریشن نہیں کراتا اخیر حضرت خواجہ محمود غریب نوازؒ کے اصرار اور فرمان سے موگا تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت ایک ہندو ڈاکٹر اس کام میں بہت نامور تھا۔ اس کے پاس تشریف لے جا کر دونوں آنکھوں کا آپریشن کرایا۔ اس وقت جو خدام ہم رکاب تھے ان کا کہنا ہے کہ حضرتؒ کی ایک نماز بھی قضا نہیں ہوئی۔ خصوصی ایام میں آپ اشارہ سے نماز پڑھتے رہے۔ بعد میں پورے رکوع وسجود سے ادا فرماتے رہے اور اس حرکت سے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں مبارک کو ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رکھا۔ نظر مبارک بالکل صحیح بن گئی۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ کا وصال جو کہ ۱۲۹۵ھ میں ہوا ہے اس وقت پیرو مرشدم کی عمر شریف تقریباً بیس سال تھی اس کے بعد تینتالیس سال اپنے منصبِ مقررہ پر ماحسن وجوہ گزار کر ۱۳۳۸ھ ماہ ذی الحجہ، روز منگل بعد از طلوعِ آفتاب، موسم اختتام گرما میں ہم سب غلامان کو روتا چھوڑ کر راہیٔ فردوس بریں ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

آپ کا مزار مبارک روضۂ مطہرہ کے اندر حضرتِ مولنا رضی اللہ عنہ [حضرت مولانا محمد علی مکھڈی] کے مزارِ پاک کے متصل جانبِ غرب بنایا گیا۔

☆☆☆☆☆

غلام محی الدین احمد مکھڈی

ڈاکٹر سفیر اختر

یہ تحریر اختر راہی [ڈاکٹر سفیر اختر] ''تذکرہ علمائے پنجاب'' اشاعت بارِ دوم، ۱۸۹۸ء، مکتبہ رحمانیہ، لاہور سے اس شمارہ میں شامل کی گئی ہے۔ ادارہ

مولانا غلام محی الدین احمد بن میاں محمد بن حافظ محمد محسن کے آبا و اجداد موضع تھوہا محرم خان، تحصیل تلہ گنگ ضلع اٹک [حال۔ ضلع چکوال] سے مکھڈ منتقل ہوئے تھے۔ وہیں غلام محی الدین احمد اندازاً ۱۲۷۵ھ /۵۹-۱۸۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے اور دادا حافظ محمد محسن نے ان کی تربیت کی۔ مولوی محمد قاسم (ساکن بٹھو، نزد فتح جنگ، ضلع اٹک) مولوی خورشید لنگڑیالی [لنگڑیال، تحصیل پنڈی گھیب۔ اٹک]، حافظ عبدالقدوس چھاچھی [چھچھ، ضلع اٹک۔ مدفون: مکھڈ شریف] اور مولانا خان محمد مرجانی سے علومِ درسیہ کی تحصیل کی۔

خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ سے تعلقِ بیعت وارادت رکھتے تھے۔ [آپؒ کے سلسلہ میں حضرت خواجہ زین الدین مکھڈیؒ سے بیعت تھے] ۱۲۹۵ھ میں اُن کے نانا خواجہ زین الدین مکھڈی کا انتقال ہوا؛ تو خواجہ اللہ بخش تونسویؒ نے اُن کی دستار بندی کی۔ خواجہ تونسویؒ نے بھی اُنھیں اپنا خلیفہ نامزد کیا اور بیعت کی اجازت دی۔ ۱۲۹۹ھ میں خواجہ تونسویؒ [خواجہ اللہ بخش کریم تونسویؒ۔ م ۱۹۰۱ء] کی معیت میں فریضۂ حج ادا کیا۔

غلام محی الدین احمد کی زندگی میں ''مدرسہ مولوی صاحب'' (محمد علی مکھڈی) کی رونق میں اضافہ ہوا۔ تشنگانِ علومِ دینیہ دُور ونزدیک سے مکھڈ آتے اور اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ وہ خود مدرسہ کے مہتمم اور صدر مدرّس تھے۔ اُنھوں نے مولانا محمد علی مکھڈی کے ذخیرۂ کُتب میں معتد بہ اضافہ کیا۔ مدرسہ سے الگ عمارت تعمیر کرائی اور کتابوں کو ترتیب سے الماریوں میں رکھوایا۔

ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ /۱۹۲۰ء کو وفات پائی اور مکھڈ میں تدفین عمل میں آئی۔ اُن کے پس ماندگان میں تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ غلام زین الدین [م ۱۹۷۸ء۔ مدفون۔ ترگ شریف، تحصیل عیسیٰ خیل

۔میانوالی]

۲۔ احمدالدین[م۱۹۶۹ء۔مدفون:مکھڈشریف۔اٹک]

۳۔ محمدالدین مؤلف ''تذکرۃ الصدیقین''[تذکرۃ الولی''،احوال وآثار حضرت مولانا محمدعلی مکھڈیؒ۔م۱۹۷۵ء۔مدفون:مکھڈشریف۔اٹک]

حواشی

۱۔ تذکرۃالصدیقین،ص۸۵-۹۴(ملخّص)

☆☆☆☆☆

احکامِ الٰہی

پابندیٔ تقدیر کہ پابندیِ احکام
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مردِ خرد مند

اِک آن میں سَو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مُقلد ابھی ناخوش، ابھی خُورسند

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط اَحکامِ الٰہی کا پابند

[علامہ محمد اقبالؒ]

حضرت مولانا غلام محی الدین احمد مکھڈیؒ

علامہ حافظ محمد اسلم

حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کے درِ اقدس پر سلسلہ تعلیم و تعلم کے لیے اپنے وقت کی قد آور شخصیات جلوہ گر ہوتی رہیں۔ کچھ حضرات کا تعلق تو محض اساتذہ ہونے کی حیثیت میں نظر آتا ہے۔ لیکن کچھ حضرات کا تعلق آستانہ شریف کے اساتذہ کی حیثیت کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا کی خلافت و نیابت کا بھی نظر آتا ہے۔ ایسے حضرات میں سے امام المتوکلین، بہقیٔ وقت، واقفِ رموز و اسرار شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محی الدین احمد مکھڈیؒ کی شخصیت بھی بہت نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ اگر چہ آپ کی شخصیت مُحتاجِ تعارف نہیں لیکن ذکر الصالحین، تنزل الرحمتہ کے تحت آپ کی سیرت کو ذکر کرنا مناسب اور ضروری ہے۔

ولادت مع تذکرۂ خاندان:

حضرت مولانا غلام محی الدین احمد مکھڈیؒ کی ولادت صوفی باصفا ولیٔ کامل حضرت مولانا میاں محمد بن حافظ میاں مُحسن بن مولانا محمد ابراہیم کے ہاں ۱۲۷۵ھ /۱۸۵۸ء مکھڈ شریف میں ہوئی۔ حضرت پیر صاحب کا تمام خاندان علم و فضل کا چشمہ تھا۔ آپ کے جدّ اعلیٰ حضرت مولانا محمد ابراہیم کا مولد و مسکن تھوا محرم خان (تحصیل۔تلہ گنگ) تھا۔ لیکن حافظ میاں مُحسن نے سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کی خاطر مکھڈ شریف کی طرف ہجرت فرمائی۔ مکھڈ شہر میں جہاں آج بھی حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کی مسجد موجود ہے۔ وہاں آکر آپ اقامت پذیر ہوئے۔ چوں کہ آپ اجل حفاظ کرام میں سے تھے۔ لہٰذا اسی مسجد میں آپ نے تعلیم قرآن کا سلسلہ جاری فرمادیا۔

تاہم آپ نے قرآن شریف پڑھانے کے حوالے سے خوب مخلوقِ خدا کی خدمت

☆ صدر مدرس درسِ نظامی، خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ۔ تحصیل جنڈ [اٹک]

فرمائی۔ بالآخر آپ کا وصال مُبارک بھی مکھڈ شہر ہی میں ہُوا۔ آپ کی مزار مبارک خانقاہ شریف کی جامع مسجد کے جنوبی منارے کے زیرِ سایہ واقع ہے۔ حافظ میاں محمد مُحسن کے لختِ جگر حضرت مولانا میاں محمد صاحب نے بھی اپنے والدِ گرامی کے مشن کو جاری رکھا۔ آپ بھی زہد و تقویٰ کے پیکر تھے میاں محسن اور مولانا میاں محمد ہر دونوں حضرات بیعت و ارادت میں شہبازِ چشت پیر پٹھان خواجہ سلیمان تونسویؒ کے مُریدین میں سے تھے۔ بعد ازاں اسی اسلوب و طریق پر چلتے ہوئے حضرت مولانا غلام محی الدین احمد مکھڈیؒ نے اپنے اسلاف کی نیابت و خلافت کا حق ادا فرمایا۔ آپ دُنیائے فقر کے بادشاہ تھے اور مستجاب الدعوات لوگوں میں سے آپ کا شمار ہوتا ہے۔

سلسلۂ تعلیم:

آپ نے ایسے درخشندہ ماحول میں آنکھ کھولی جب آستانہ عالیہ کی درسگاہ میں کابل و قندھار اور سمرقند و بخارا تک کے اساتذۂ کرام کے علاوہ قاضی خورشید لنگڑیالوی اور حافظ عبدالقدوس چھاچھی اور حضرت مولانا خان محمد مرجانوی جیسے حضرات بھی آستانہ شریف میں سلسلہ تدریس کو رونق بخش رہے تھے۔ تاہم آپ نے اپنے نانا محترم زینت الاولیا کے زیرِ سایہ مذکورہ اساتذہ کرام کے ہاں زانوئے تلمذ طے کیا۔ البتہ کچھ عرصہ مولانا محمد قاسم فتح جنگی کے ہاں بھی موضع بھٹو میں زیرِ تعلیم رہے۔ جیسا کہ تذکرۃ الصدیقین مصنفہ مولانا محمد الدینؒ میں آپ کا ذکرِ خیر بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ زین الدینؒ کا وصال ہوا تو آپ ان ایام میں شرح مُلا جامی اور عبدالغفور کے اسباق پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے ہندوستان کے بھی متعدد مدارس کی طرف حصولِ تعلیم کے لیے سفر فرمایا۔ حدیث شریف کی تعلیم بھی آپ نے ہندوستان کے مدارس ہی میں شبانہ روز کی محنت سے حاصل کی۔

سلسلۂ بیعت و خلافت:

آپ کی بیعت و ارادت اپنے نانا محترم حضرت خواجہ زین الدین سے تھی۔ جب آپ تونسہ مقدسہ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کے عرس مبارک کے لیے تشریف لے گئے۔ تو اس موقع

پر خواجہ اللہ بخش کریمؒ نے آپ کی دستار بندی فرمائی۔ دوسرے سال پھر اسی موقع پر خواجہ اللہ بخش کریمؒ نے خرقہ خلافت عطا فرماتے ہوئے حضرت مولانا شاہ محمد علی مکھڈیؒ کی سجادہ نشینی کا منصب عطا فرمایا۔ آپ کو خواجہ اللہ بخش کریمؒ سے اور حضرت خواجہ کو آپ سے انتہائی محبت و احترام تھا۔ جب حضرت خواجہ تونسویؒ نے ۱۲۹۹ھ میں سفر حج کا ارادہ فرمایا تو آپ کو بھی ہم رکابی کے لیے دعوت نامہ بھیجا گیا تھا؛ لیکن آپ کو نانی صاحبہ سے اجازت لینے میں تاخیر کے سبب فوری شرکت کا موقع نہ مل سکا؛ لیکن بحری جہاز کے ذریعے آپ نے خواجہ اللہ بخشؒ سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کا شرف حاصل کرلیا تھا۔ آپ نے اپنے خواجہ کی ہم رکابی میں چھ ماہ حجازِ مقدس میں گزارے۔ جو علمی و روحانی کیفیات سے مزین تھے۔

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

استغراق درس و تدریس:۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے درس و تدریس میں ایک خاص ملکہ اور کمال بخشا تھا۔ جس کی بہ دولت افغانستان، روس، بخارا، کے طلبا کے لیے بھی آپ مرکزِ توجہ بنے رہے۔ چوں کہ آپ کے دورِ عظیم میں طلبا کی تعداد اِس قدر کثیر تھی کہ آپ بعد از نمازِ تہجد سلسلۂ اسباق شروع فرمادیتے لیکن کثرتِ اسباق کی وجہ سے شام تک اسباق کا سلسلہ ختم نہ ہوتا۔ تاہم آپ رات کے وقت بھی حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کی جامع مسجد میں باقی ماندہ اسباق پڑھاتے تھے۔ معقول اور فنون کے علاوہ آپ کو علمِ حدیث پڑھانے میں اللہ تعالیٰ نے وصفِ خاص سے نوازا تھا۔

مولوی غلام محی الدین مرید خاص حضرت مولانا محمد احمد الدین بیان فرماتے ہیں۔ آپ کے پاس ایک طالبِ علم بخارا سے بخاری شریف پڑھنے کے لیے حاضر ہوا۔ حالاں کہ اس نے اس سے قبل بھی تین مرتبہ بخاری شریف پڑھی ہوئی تھی۔ لیکن اطمینانِ قلب کے لیے آپ کے حلقۂ درس میں بیٹھ گیا۔ جب خواجہ غلام محی الدین نے بخاری شریف کی پہلی حدیث "انما الاعمال

بالنیات ''پر علمی اور تحقیقی بحث فرمائی تو وہ طالبِ علم مسرت اور خوشی کی وجہ سے کہنے لگا۔ اگر چہ اس سے قبل بھی یہ حدیث پڑھ چکا ہوں لیکن جو اطمینانِ قلب آج ہوا وہ اس سے قبل نہیں ہوا تھا۔

ایک روایت میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آپ نے اس حدیثِ مبارکہ پر تین دن تقریر فرمائی۔ جب چوتھے دن آپ اسی مذکورہ حدیث پر ہی گفتگو فرمانے لگے تو وہ طالبِ علم عرض کرنے لگا۔ حضور مجھے تمام بخاری کا نچوڑ اسی ایک حدیث سے سمجھ آ گیا ہے۔

آپ کو درس و تدریس میں اس قدر استغراق اور شوق تھا کہ آپ کے زمانہ میں ایک انگریز مکھڈ شریف ہی کی ایک اور خانقاہ کے پیر صاحبان کے پاس آیا ہوا تھا۔ وہ انگریز دریا کی طرف سیر و سیاحت کے لیے نکلا۔ جب حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کی خانقاہ کے پاس سے گزرا تو وہاں کسی مقام میں حضرت مولانا غلام محی الدین طلبا کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول تھے۔ تاہم انگریز نے آپ کو دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے سلام پیش کیا۔ لیکن آپ نے بجائے جواب دینے کے اپنا چہرہ مبارک دوسری جانب پھیر لیا۔ وہ حضرات جو انگریز کے ساتھ موجود تھے کہنے لگے؛ چلیں یہاں سے آگے چلتے ہیں۔ یہ تو صرف مولوی لوگ ہیں جو آپ کو خاطر میں نہیں لائیں گے۔ لیکن انگریز بہت چالاک اور ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے کہا حقیقی فقیر یہ مولوی صاحب ہی ہیں جس کو دنیا داروں سے کوئی محبت نہیں۔ انھوں نے ہماری طرف کوئی خاص التفات نہیں فرمایا وگرنہ ہم جیسے دنیا دار لوگوں سے تو آدمی قرب کے متلاشی ہوتے ہیں۔

ایک بار حضرت مولانا غلام محی الدینؒ آنکھ کے آپریشن کے لیے ہندوستان تشریف لے گئے۔ آپریشن کے بعد بہ طور پرہیز چالیس ایام تک ڈاکٹر نے اسباق وغیرہ پڑھانے سے منع کر دیا۔ آپ نے فرمایا اتنا طویل پرہیز جس میں طلبا کا سبق ضائع ہوتا ہو مجھ سے ناممکن ہے۔ آپ نے مکھڈ شریف آتے ہی بغیر کسی تاخیر کے اسباق کا سلسلہ شروع فرما دیا۔

آپ دونوں آنکھوں میں موتیا اُتر آنے کے باوجود آپریشن کے قائل نہ تھے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ آپ فرماتے آپریشن کے بعد سننے میں آتا ہے کہ ڈاکٹر لوگ مریض کو چند ایام چلنے پھرنے

سے منع کرتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ اس صورت میں نماز کیسے ادا کروں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان ہی ایام میں موت آجائے اور نماز کی قضا کا وقت نہ مل سکے؛ پھر کیا فائدہ ہوگا اس لیے آپریشن نہیں کرواتا۔ اگرچہ بعد میں خواجہ محمود تونسویؒ کے حکم کے مطابق آپ نے ایک ڈاکٹر سے آپریشن کرایا۔ آپریشن کے بعد ابتدائی ایام میں اشارہ کے ساتھ ہی نماز پڑھتے رہے۔ بعد میں رکوع و سجدہ کے ساتھ ادا فرماتے۔ تاہم اتنی تکلیف کے باوجود کوئی نماز یا اسباق میں ناغہ نہ فرمانا درس وتدریس کے ساتھ انتہائی وابستگی ومحبت کی دلیل ہے۔

مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں۔ قیامِ ہندوستان کے دوران مولانا غلام محی الدینؒ نے خطبۂ جمعہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ وہاں کے لوگوں کو بہ ایں الفاظ مطلع کیا گیا کہ مکھڈ شریف کے سجادہ نشین مولانا غلام محی الدین خطبۂ جمعہ دیں گے۔ آپ کے وعظ اور بیان کو سننے کے لیے لوگوں کا ایک جمِ غفیر تھا۔ بعداز جمعہ لوگوں نے آئندہ جمعہ تک قیام کے لیے عرض کی لیکن آپ نے فرمایا کہ زیادہ دیر رُکنا میرے لیے ممکن نہیں کیونکہ اس میں طلبا کے اسباق کا نقصان ہے۔

کشف وکرامات:۔

ایک روایت کے مطابق آپ کے پاس ملاقات کے لیے ایک بزرگ کربوغہ شریف (ہنگو ،کوہاٹ) سے حاضرِ خدمت ہوئے۔ جب انھوں نے آپ کے ساتھ کھانا تناول فرمایا تو حیران ہوئے۔ کھانا پُر تکلف تھا۔ انھوں نے دِل میں خیال کیا کہ فقرا کا کھانا اس قدر پُر تکلف نہیں ہوتا۔ اِدھر انھوں نے دل میں فقط یہ خیال ہی کیا تھا کہ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب بہ طورِ کشف ان کی حال سے مطلع ہوگئے۔ آپ نے اس بزرگ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ مولوی جی ہم جیسا کھاتے ہیں ویسا نبھاتے بھی ہیں۔ تاہم آپ تمام دن طلبا کے اسباق میں مشغول رہے۔ وقتِ شام مولانا صاحب کی مسجد میں بعداز نمازِ عشاء دوبارہ اسباق کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ بزرگ بھی ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب رات کا کافی حصہ گزر گیا اور آپ آخری سبق پڑھانے لگے۔ وہ بزرگ نیند کی وجہ سے دائیں بائیں جھولنے لگے۔ اس وقت آپ نے اس صوفی صاحب کو

فرمایا: صوفی صاحب بتاؤ ہم جو کھاتے ہیں۔ اس کا حق بھی بجالاتے ہیں کہ نہیں؟ وہ صوفی صاحب کہنے لگے۔ حضور آئندہ کبھی بھی ایسا تصور دِل میں نہیں لاؤں گا۔

آپ کا معمول تھا کہ اسباق کی فراغت کے بعد زیادہ وقت نفلی عبادت ہی میں مشغول رہتے۔ رات کا آرام بہت قلیل ہوتا تھا جیسا کہ "سرزمینِ اولیاء میانوالی" میں طارق مسعود کاظمی، قاضی حفیظ اللہ ہاشمی کے احوال میں تحریر فرماتے ہیں کہ قبلہ قاضی صاحب کا سبق حضرت غوثِ زماں حضرت مولانا غلام محی الدین کے پاس وقتِ تہجد ہوتا تھا۔ اور قاضی صاحب کو تحصیلِ علوم کے بعد خوانینِ عیسیٰ خیل کا امام و خطیب بھی حضرت غوثِ زماں نے ہی مقرر فرمایا تھا۔ جب قاضی صاحب ۱۳۰۹ھ میں فارغ التحصیل ہونے کے قریب ہوئے تو حضرت غوثِ زماں کی اجازت سے مزید حصولِ تعلیم کے لیے ہندوستان چلے گئے۔ مذکورہ کتاب ہی میں حضرت مولانا غلام محی الدین کے کشف کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ قاضی محمد حفیظ اللہ کے لیے اپنے گاؤں عیسیٰ خیل سے سوہن حلوہ تیار ہو کر آیا۔ قاضی صاحب نے اپنے دل میں یہ نیت کی کہ آدھا حلوہ میں خود کھاؤں گا۔ اور آدھا اپنے استاذِ محترم غوثِ زماں غلام محی الدین مکھڈی کی خدمت میں پیش کروں گا۔ آپ آدھا حلوہ استاد صاحب کو پیش کرنے کے لیے بالاخانہ کی طرف چلے تو آگے سے غوثِ زماں بالاخانہ کی سیڑھیوں سے تشریف لا رہے تھے۔ آدھی سیڑھیاں قاضی صاحب اور آدھی سیڑھیاں غوثِ زماںؒ نے طے فرمائیں۔ جب آپ سے نیچے تشریف لانے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب حلوہ لا رہے ہیں؛ لہٰذا آدھا سفر وہ طے کریں اور آدھا سفر میں طے کرتا ہوں۔

صاحبِ تذکرۃ الصدیقین اپنے والدِ گرامی کے کشف و کرامت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ راقم نے خداداد خان صاحب عیسیٰ خیلوی [آپ حضرت خواجہ زین الدین کے مرید تھے] کی زبان سے سنا کہ میں نے عہدہ تھانیداری میں کچھ وقت گزارا۔ جب مکھڈ شریف زیارت کے لیے حاضر ہوا تو اس وقت سجادہ نشین مولانا غلام محی الدین کا زمانہ تھا۔ میں نے حضرت کی

خدمت میں عرض کی کہ حضور تھانیداری کو اب کافی عرصہ ہوگیا ہے۔دعا فرماؤ میری ترقی ہوجائے۔آپ نے فرمایا کہ اس کے اوپر کونسا عہدہ ہوتا ہے۔خداداد خان نے عرض کی انسپکٹری کا مرتبہ ہے۔یہ ہرحال یہ بات سُن کر آپ خاموش ہوگئے تو خداداد خان کہتا ہے کہ جب مکھڈ شریف سے واپس اپنے تھانہ میں پہنچا تو میرے انسپکٹری کے کاغذات مرتب ہو چکے تھے؛اور مجھے انسپکٹر کا عہدہ دیا گیا۔کچھ عرصہ کے بعد پھر آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ نام اب پرانا ہوگیا ہے کوئی اور نام تبدیل فرمادو۔آپ نے فرمایا کیا آپ کبھی اس دربار سے خالی ہاتھ لوٹے ہیں۔(یعنی اس سے پہلے بھی خالی ہاتھ نہیں گئے اور اب بھی نہیں جاؤ گے) خان صاحب کہتے ہیں۔بس اسی فرمان سے میری تسلی ہوگئی تاہم جب میں واپس پہنچا تو مجھے ڈپٹی سپریڈینٹ بنادیا گیا۔

صاحبِ تذکرۃ الصدیقین خان صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خان صاحب وقتِ اخیر تک اسی عہدے پر فائز رہا۔حالاں کہ انگریزی میں اپنے دستخط بھی نہ کرسکتا تھا۔یونہی آپ کے پاس نشست و برخواست کرنے والے حضرات کو بھی آپ کی صحبت کی بدولت وہ کیفیت حاصل ہوجاتیں جو کم ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

مولوی غلام محی الدین زیدہ مجدہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا غلام محی الدین احمد مکھڈیؒ کے پاس ایک طالب علم پڑھتا تھا؛ جس کا حافظہ بہت کمزور تھا تو وہ قوتِ حافظہ کے لیے ہر روز وظیفہ پڑھتا؛ تا کہ حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوجائے۔ایک رات اس طالب علم کو خواب میں حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔جس سے اس طالبِ علم کا مقصدِ وحید حل ہوگیا۔چند ایام کے بعد یہی طالبِ علم اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھا تھا۔اچانک ایک سفید ریش بزرگ سفید لباس میں تشریف لائے۔طالبِ علم نے اس بزرگ سے پوچھا آپ کون ہیں؟ وہ بزرگ کہنے لگے''میں خضر ہوں''اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے؟ طالبِ علم نے جواب میں کہا اب تو ہمیں اپنا خضر (مولانا محمد علی مکھڈیؒ) مل گیا ہے۔

اس طالبِ علم کی عادت تھی کہ جب نماز شروع کرنے لگتا تو تکبیرِ اولیٰ میں وقتِ نیت

بہت دیر تک کھڑا رہتا۔ کسی طالبِ علم نے ان سے کہا تکبیرِ اولیٰ میں بہت دیر لگاتے ہو۔ اُس نے کہا تم سب خوش نصیب ہو کہ نیت کے وقت جب تم ''منہ وَل کعبہ شریف'' کہتے ہو تو تمھیں اُسی وقت خانۂ خدا نظر آ جاتا ہے۔ میں کیا کروں؛ جب تک مجھے خانہ کعبہ شریف نظر نہیں آتا اُس وقت تک ''منہ وَل کعبہ شریف'' کہتا رہتا ہوں۔ جب کعبہ شریف پر نظر پڑھتی ہے تو ''اللہ اکبر'' کہہ کر جماعت کے ساتھ شامل ہو جاتا ہوں۔ تب اس دوسرے طالب علم نے سوال کیا کہ آپ کی یہ کیفیت کب سے ہے۔ تو وہ درویش کہنے لگا کہ جب سے میں حضرت استاد غلام محی الدینؒ کی خدمتِ عالیہ میں حصولِ تعلیم کے لیے حاضر ہوا تو اس وقت سے مجھے یہ کیفیت نصیب ہوئی۔ اس سے پہلے کبھی یہ کیفیت میسر نہ رہی۔ یہ عالم ہے غلاموں کا، خودسرکار کا عالم کیا ہوگا۔

اسی طرح ایک روایت کے مطابق حضرت مولانا غلام محی الدین کے خدام میں سے ایک نام تاج محمد مکھڈی کا معروف ہے۔ ان کے متعلق راقم الحروف کو بہت سے قابلِ اعتماد لوگوں نے بیان کیا کہ یہ دریا سے اوپر کی طرف ایک بہت بڑی پانی کی مشک بڑی تیز رفتاری سے اُٹھا لاتے۔ ایک مرتبہ دریا سے اوپر کی طرف پانی لائے تو مولانا غلام محی الدینؒ راستے میں کسی مقام پر نوافل ادا فرما رہے تھے۔ جب یہ دوسری مرتبہ دریا سے اوپر کی طرف آیا تو انھوں نے دیکھا کہ مولانا صاحب کے تمام اعضائے بدن بکھرے پڑے ہیں۔ خادم مذکورہ یہ کیفیت دیکھ کر بہت خوفزدہ ہوا لیکن جب دریا کی طرف پانی لینے کے لیے جانے لگا تو حضرت صاحب نے انھیں پاس بلایا اور فرمایا: کہ جب تک میں زندہ ہوں تم نے اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کرنا۔ تاہم انھوں نے مولانا صاحب کی حیاتِ مبارکہ تک یہ راز مخفی رکھا۔

تاج محمد مکھڈی کے متعلق آج بھی ان کے خاندان کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ بابا تاج بہت طاقتور آدمی تھا۔ کسی نے اُس سے سوال کیا تھا کہ آپ کون سا کشتہ استعمال کرتے ہو۔ حالاں کہ دریا کے کنارے سے اوپر کی طرف محض چل کر آنا بھی انتہائی دشوار ہے۔ آپ وہاں سے مشک پانی کی اوپر کیسے لاتے ہیں۔ انھوں نے کہا جب سے میری پشت پر سائیں غلام محی

الدین نے ''تھاپڑا'' مارا اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ ہم نے تاج محمد کے بدن میں تانبہ ودیعت رکھ دیا ہے۔لہٰذا یہ وقتِ آخر تک ہر قسم کے موذی امراض سے محفوظ رہے گا۔اب بھی ان کے خاندان کے قابلِ اعتماد لوگ اس واقعہ کا ذکر بار بار راقم کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔

آپ کی شخصیت کابل وقندھار اور روس و بخارا تک متعارف تھی۔جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ مکھڈ شریف کے پراچہ حضرات میں سے ایک پراچہ جو آپ کے ہاں صبح وشام حاضری دیتا تھا۔اس کی عادت تھی کہ طلبا اور مولانا غلام محی الدینؒ کے لیے گھر سے قہوہ تیار کرا لاتا۔ ایک عرصہ تک اس نے یہ طریقہ اختیار کیے رکھا۔بالآخر ایک دن مولانا غلام محی الدینؒ نے اس سے پوچھا آپ ہر روز یہ تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ کہنے لگا'' حضور روس تک میرا کاروباری سلسلہ پھیلا ہوا تھا؛اب اچانک مجھے بہت نقصان اٹھانا پڑا۔لہٰذا یہ سلسلہ اس خاطر شروع کیا۔تا کہ آپ بہ مع طلبا کے میرے حق میں دعا فرمائیں۔آپ نے اسی وقت طلبا کو فرمایا کہ ان کے حق میں دُعا کرو۔دُعا کی برکت سے اس کا دوبارہ کاروبار اس قدر وسیع ہوا کہ دوبارہ وہ تجارت کے لیے روس گیا۔وہاں کے لوگ اس سے باخبر تھے کہ اس کا تعلق مکھڈ شریف سے ہے۔اس لیے وہ اس کا بہت ادب واحترام بھی کرتے۔وہاں یہ پراچہ صاحب کسی مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوئے تو وہاں امامت کے لیے کوئی صاحب آگے نہیں ہو رہا تھا۔موجودہ لوگوں نے پراچہ صاحب کو مصلی امامت کے لیے مدعو کیا۔انھوں نے کہا کہ میں کوئی عالمِ دین نہیں ہوں۔لہٰذا آپ میں سے جو امامت کے لائق ہے وہی امامت کا فریضہ انجام دے۔وہاں موجود حضرات نے پراچہ صاحب سے کہا آج امامت کے لائق آپ ہی ہیں؛ کیونکہ آپ کا تعلق اور نسبت ایک ایسی ہستی سے ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص امامت نہیں کروا سکتا۔تاہم بعد از اصرار پراچہ صاحب نے ہی امامت کروائی۔

آپ کے وسعتِ مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ راقم کو مولانا مقبول مرحوم (موسیٰ والی ،میانوالی) نے بتایا کہ مجھے استاد شوق صاحب نے مولانا غلام محی الدینؒ اور والدِ گرامی مولانا غلام

محمود پپلانوی کا ایک علمی مباحثہ ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ کہ والدِ گرامی جب آستانہ عالیہ مکھڈ شریف میں درس وتدریس فرمارہے تھے۔ اُس وقت کے سجادہ نشین مولانا غلام محی الدینؒ کے مابین رفع سبابہ (تشہد میں انگشتِ شہادت کا اٹھانا) کے متعلق علمی مباحثہ ہوا تھا۔ قبلہ والدصاحب رفع سبابہ کے جواز کے قائل تھے اور دوسری طرف مولانا غلام محی الدین صاحب عدم رفع سبابہ کے قائل تھے۔ ایک عرصہ کی تحقیق کے بعد والد صاحب نے مولانا غلام محی الدینؒ کے دلائل کو قوی تسلیم کرلیا تھا۔

علاوہ ازیں دیگر بھی کئی مسائلِ شرعیہ میں آپ کی رائے قوی اور حتمی ہوتی۔ حتیٰ کہ تونسہ مقدسہ کے حضرات بھی بہت ادق مسائل میں آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ رؤیتِ ہلال کی خبر بہ ذریعہ ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی گرامی وغیرہ سے اعتبار اور عدم اعتبار میں کچھ الجھنیں پیدا ہوئیں؛ تو اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے مولانا فضل حق ڈیروی اور مولانا احمد بخش تونسوی کے مابین تحریری صورت میں بھی مباحثہ ہوا۔ بالآخر ہر دو حضرات نے اپنے اپنے مؤقف پر کتابیں بھی مرتب فرمائیں؛ اور مزید تحقیق اور توضیح کے لیے حضرت مولانا غلام محی الدینؒ مکھڈی کی طرف بھی رجوع کیا گیا۔ آپ نے بھی اس مسئلہ پر مولانا احمد بخش تونسوی کی کتاب پر ان الفاظ میں تقریظ مرتب فرمائی۔

"لقد بالغ فی وصفہٖ العالم الاتم الفاضل الاعم فی بادی النظر لکن الدقیق حکم بانہ حری بزّیادۃ نعم منّ علینا غایۃ الامتنان اخرجنا عن غیاھب الدوران. حررہ الحقیر غلام محی الدین المکھڈی"

ترجمہ:۔ تحقیق فاضل اعم نے سرسری نظر میں مبالغہ کیا لیکن حقیقت میں تو حکم اس سے بھی زیادہ لائق ہے کہ وہ ذات جس نے ہمارے اوپر انتہائی احسان فرمایا۔ اور ہمیں احوالِ پریشاں سے نکلا۔ اس تحریر کو غلام محی الدین مکھڈی نے تحریر کیا۔

آپ نے ان مختصر الفاظ میں پورے مسئلہ کی تحقیق کو چند الفاظ میں بیان فرمادیا۔ مزید برآں کہ آپ کے ہاں کسی نے اذان قبر کے جواز اور استحباب کا ان الفاظ میں استفتا لیا۔

”هل يسن الاذان بعد ا لدّفن اَم لا ؟ بينوا توجروا .

ترجمہ: کیا دفن کے بعد اذان سنت ہے یا نہیں۔

چوں کہ مذکورہ استفتا عربی زبان میں تھا۔آپ نے بھی اس کا جواب عربی زبان ہی میں دیا۔

”نعم يسنّ الاذان بعد اللفن لا نه' فی معنٰی ماوَردبه السنة لان ماَ ورد به السنة كلها هموم فسن لازالتها وهذامن جملتها والتخصيص ليس للحصير بل تمثيل لان المعنی الذی شرع لاجلها وهو الا علام بدخول الاوقات المخصوصة لصلوٰة لا يوجدفی النصوص عليه ايضاً فعلم اَنّ مشروعيته لازالت هم وهی مشترکه فالتخصيص بلا مخصص وردٌ ابن حجر انما هو القياس القائل الخروج من الدنيا علی الخروج الی الدنيا علی ان حديث لَقّنوا موتا كم يدل علی ان التلقين بعد ا لدفن سنة كما حمل عليه ابن الهمام فی شرح الهدا ية والا ذان بعد الدفن ايضا من افراد التلقين وتخصيص بعض الالفاظ فی الحديث ليس للحصر كما يدل عليه الحديث الآخر ومضمونه اَنّ الميت ليستأنس بالذكر فعدته' ممّا لا بعهد من السنة سوءُ الفهم وهذا يظهر لمن تفكر فی عبارة الشامی جلد اول وفتح القدير و فتفكر ولا نسرع وايضاً حديث دعونی اُصلی خطابا للملٰئكة فی باب الجنائز.مشكوٰة شريف يدل علی ان الميتَ يكون علی العادة التی كا نت له فی الدنيا وفی هذا الزمان الناس يعتادون اداء كلمة التوحيد بعد ختم الاذان فكونه' تلقيناً ظاهر “

ترجمہ:۔ ہاں، دفن کے بعد اذان سنت ہے۔کیوں کہ اس میں سنت کا معنٰی موجود ہے۔اس لیے بھی کہ اذان کا حکم ہر امورِ مغمومہ کے لیے سنت ہے۔لہٰذا ازالۂ غم کے لیے اذان دینا سنت ہوا۔اوراذان کی تخصیص حصر کے لیے نہیں بلکہ تمثیل کے لیے ہے۔کیوں کہ اذان کی مشروعیت اوقاتِ مخصوصہ کے داخل ہونے کے بعد نماز کے لیے ہے۔اور یہ معنٰی تو نصوص میں نہیں پایا جاتا۔لہٰذا معلوم ہوا کہ اذان کی مشروعیت غم کو زائل کرنے کے لیے ہے۔اور غم ایک مشترکہ چیز ہے۔تاہم اذان کو معنٰی مخصوصہ کے ساتھ خاص کر یہ تخصیص بلا مخصص ہوئی۔(حالاں کہ ایسا کرنا باطل ہے)

اور جو بندہ خروج من الدنیا کے خروج الی الدنیا پر قیاس کا قائل ہے۔ اس کا ابن حجر نے جوز دکیا وہ رد قیاس پر محمول ہوگا۔ علاوہ ازیں حدیث "لقنوا موتاکم" دفن کے بعد بھی تلقین کے سنت ہونے پر دلالت کررہی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے شرح ھدایہ میں اس کی وضاحت کی ہے۔ نیز دفن کے بعد اذان افرادِ تلقین سے ہے اور حدیث میں بعض الفاظ کی تخصیص حصر کے لیے نہیں۔ جس پر دوسری حدیث کا مفہوم دلالت کرتا ہے۔ کہ میت ذکر سے خوش ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو اس بات پر محمول کرنا کہ یہ حکم حضور ﷺ کے دور میں نہ تھا یہ سوئے فہم ہوگا۔ اور مسئلہ مذکورہ اس آدمی کے لیے بہت واضح ہو جائے گا جو شامی کی جلد اول اور فتح القدیر کی عبارت میں غور کرے گا۔ نیز مشکوٰۃ شریف کی حدیث "باب جنائز" میں ہے کہ بندہ فرشتوں سے عرض کرے گا کہ "مجھے چھوڑ و میں نماز پڑھ لوں" بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت قبر میں بھی اس عادت پر ہوتی ہے جو عادت اس کی دنیا میں ہوتی ہے اور فی زمانہ لوگوں کی عادت کلمۂ شہادت کے ہے۔ لہٰذا وہ قبر میں بھی اذان کے بعد کلمہ پڑھتے ہیں۔

مذکورہ دلائل سے قبر پر اذان کی تلقین ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

یہ اس قدر علمی اور تحقیقی جواب تھا کہ جس کی گہرائی تک پہنچنے کے لیے باقاعدہ تشریح اور توضیح کی ضرورت رہی۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے آپ کے لختِ جگر حضرت مولانا محمد الدینؒ مکھڈی نے ایک رسالہ "**فتویٰ جواز الاذان والتلقین علی القبر**" کی صورت مرتب فرمایا۔ اس سے حضرت مولانا غلام محی الدین کے وسعتِ مطالعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ذکرِ اولاد مع فیض یافتہ گان:۔

مولانا غلام محی الدینؒ مکھڈی نے تین عقد فرمائے تھے۔

۱۔ ڈھوک لاہم [تحصیل۔ پنڈی گھیب]

۲۔ کالاباغ [ضلع۔ میانوالی]

۳۔ تھوہا محرم خان [تحصیل۔ تلہ گنگ]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین (۳) بیٹے عطا فرمائے۔ تینوں بھائی علم وفضل میں جامع و اکمل تھے۔ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد احمد الدین مکھڈی، دوسرے حضرت مولانا محمد الدین مکھڈی اور تیسرے حضرت مولانا زین الدین مکھڈی ثم ترگوی ہیں۔ اول ذکر شخصیت نے دو عقد فرمائے تھے۔

للیانی شریف (سرگودھا) والی مائی صاحبہ سے حضرت مولانا فضل الدین مکھڈی متولد ہوئے اور دوسرا عقد آپ نے میرا شریف حضرت خواجہ فقیر عبداللہؒ کی ہمشیرہ سے فرمایا۔ جن کے بطن سے حضرت مولانا شرف الدین زید مجدہ اور حضرت مولانا محمد علیؒ [م ۱۹۱۱ء] تولد ہوئے۔

حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ کے دوسرے صاحبزادہ مولانا محمد الدینؒ نے اپنے چچا محترم جناب مولانا شمس الدین مکھڈی کے گھر سے عقد فرمایا تھا۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لختِ جگر محی الدین محمد صالح گل صاحب عطا فرمایا اور مولانا صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ مولانا زین الدین ترگویؒ مکھڈ شریف سے ۱۹۳۳ء میں ترگ شریف تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے بھی دو عقد فرمائے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو چار صاحبزادوں سے نوازا۔ آپ نے ترگ شریف میں مسندِ تدریس کو خوب رونق بخشی۔

مولانا غلام محی الدین کے شاگرد اور فیض یافتگان کا احاطہ بالاستیعاب ممکن نہیں، مگر چند معروف و مشہور شخصیات جن کا کتبِ تاریخ میں ذکر ملتا ہے ۔ان میں سے آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ مولانا شمس الدین اخلاصی جو کہ آپ کے قریبی شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا قاضی حفیظ اللہ ہاشمی عیسیٰ خیلوی، مولانا حسن چشتی حیدرآبادی، صوفی عطا محمد عیسیٰ خیلوی اور مولانا امام غزالی ثمن اور ایک روایت کے مطابق خطیبِ شہیر مبلغ اسلام مولانا گل شیر (ملہووالی) اور مولانا محمد حسین گلیالوی (جنڈ) کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

راقم الحروف کو مولانا محمد حسین گلیالوی کے صاحبزادے مولوی مقبول گلیالوی نے بتایا کہ میرے والدِ محترم نے جب مولانا غلام محی الدین مکھڈیؒ کی بیعت کی؛ بعدازاں جب کبھی آپ آستانہ شریف پر حاضر ہوتے اور آپ کو رات گزارنے کا موقع ملتا۔ والد صاحب مکھڈ شریف رات چارپائی پر لیٹنا پسند نہ فرماتے؛ بلکہ زمین پر ہی استراحت فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: مجھے اپنے شیخ کے آستانہ شریف پر چارپائی کے اوپر آرام کرنا خلافِ ادب لگتا ہے۔

مولانا محمد حسین گلیالوی کے چچا محترم مولانا محمد عبداللہ گلیالوی جو حضرت خواجہ زین الدین مکھڈی کے مریدِ خاص تھے۔آپ بھی کافی عرصہ آستانہ شریف پر درس وتدریس فرماتے رہے۔حضرت خواجہ زین الدینؒ کے وصال کا مادۂ تاریخ ''غابَ نورالہٰ'' بھی آپ ہی نے مرتب فرمایا تھا۔جس کی تفصیل ''تذکرۃ الصدیقین''ص۔۷۹ پر دیکھی جاسکتی ہے۔مذکورہ کتاب میں ایک اور مقام ص۔۲۱ پر آپ کا ذکر بہ ایں الفاظ بھی موجود ہے۔

ایک مرتبہ عرس شریف کے موقع پر احمد پور کی مسجد میں استاد مولوی خورشید صاحب لنگڑیالوی اور دیگر علمائے علاقہ دوپہر گزارنے کے لیے جمع تھے۔اس مقام پر مولوی عبداللہ صاحب گلیالوی نے استاد صاحب (مولوی خورشید صاحب لنگڑیالوی) کی خدمت میں ''میر ہاشم شرح میبذی'' کا کوئی مشکل مقام حل کروانے کے لیے پیش کیا تھا۔مذکورہ حوالہ جات سے مولانا عبداللہ گلیالوی کا بھی ذکرِ خیر معلوم ہوگیا۔مولانا عبداللہ کا مرقد شریف بھی خانقاہِ معلیٰ کی متصل چاردیواری میں موجود ہے۔

وصال مبارک:

حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی کا وصال مبارک ۸۔ذوالحجہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء بروز منگل بعداز طلوعِ آفتاب ہوا۔وقتِ وصال آپ کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔آپ کا مزار مبارک حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کے مزار شریف سے متصل جانبِ غرب واقع ہے۔

آپ کے احوال کا تذکرہ مختلف کتبِ تاریخ وتذکرہ میں موجود ہے۔''تذکرۃ الصدیقین'' مؤلفہ مولانا محمد الدین مکھڈیؒ ،''تذکرہ علمائے پنجاب'' اختر راہی [ڈاکٹر سفیر اختر] اور ''سرزمین اولیاء میانوالی'' سید طارق مسعود شاہ کاظمی نے آپ کے احوال لکھے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق جب علامہ محمد اقبالؒ کو ''غایۃ الامکان فی معرفۃ الزماں والمکاں'' کی ضرورت پیش آئی تو کوشش بسیار کے بعد یہ رسالہ نہ مل سکا۔بالآخر علامہؒ نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے رابطہ کیا۔پیر صاحب نے علامہؒ کی رہنمائی مولانا غلام محمود

پپلانوی کی طرف کی۔ جب علامہ نے مولانا پپلانویؒ سے رابطہ کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ رسالہ مکھڈ شریف کے کتب خانہ میں حضرت غلام محی الدین احمد مکھڈیؒ کے ہاں محفوظ ہے۔ وہ اسے عطا کرنے میں کسی قسم کا بخل نہیں فرمائیں گے۔ لہٰذا آپ چند ایام کے بعد رابطہ فرمائیں۔ تاکہ میں یہ رسالہ مکھڈ شریف سے لے آؤں۔ بعد ازاں یہی رسالہ حاصل کرنے کے لیے علامہ محمد اقبالؒ پپلاں اسٹیشن پر علامہ غُلام محمود پپلانوی سے ملاقات کرنے کے لیے آئے تھے۔

حضرت اللہ بخش تونسویؒ کے ملفوظاتی مجموعہ "غذای المحبین" میں نور محمد مکھڈی نے خواجہ صاحب کی مجالس میں آپ کی حاضری کا ذکر کیا ہے۔ اس مجموعہ کے صفحہ ۵۸۔ ۱۵ ربیع الاول شریف کی مجلس میں، دوسری مرتبہ ۹۔ ربیع الاول شریف صفحہ ۱۶۰ اور تیسری بار صفحہ ۱۶۴ پر آپ کا ذکر خیر موجود ہے۔

ایک محفل میں حضرت خواجہ اللہ بخش کریمؒ نے آپ سے فرمایا کہ مکھڈ شریف کی طرف کوئی ایسا عالم جو حدیث اور تاریخ کا ماہر ہو۔ آپ کے علم میں ہے۔ مولانا غلام محی الدینؒ نے عرض کی۔ حضور سُنا ہے۔ سکندر پُور میں کوئی عالم دین ہے۔ جو علم حدیث میں بہت مہارت ہے رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ تو کوئی آدمی نہیں ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: کہ سکندر پور کجاہ است (سکندر پور کہاں ہے) تو آپ نے عرض کی۔ سکندر پور در چھچھ ہزارہ است (سکندر پور چھچھ ہزارہ میں ہے)

ماخذ:۔

۱۔ مولانا محمد دین مکھڈی، تذکرۃ الصدیقین، فیروز سنز، لاہور، س۔ن

۲۔ طارق مسعود شاہ کاظمی، سرزمینِ اولیاء میانوالی، مکتبہ قطبِ مدینہ، میانوالی، ۲۰۰۸ء

۳۔ مولوی غلام محی الدین کی گفتگو سے [مریدِ خاص حضرت مولانا محمد احمد الدینؒ مکھڈی]

۴۔ فتوی جواز الاذان والتلقین علی القبر، مرتبہ: مولانا محمد دین مکھڈی

۵۔ مولانا احمد بخش تونسوی، ہدیۃ الاغزہ والاشراف، ۱۳۱۳ھ رفاہِ عام پرنٹ، لاہور

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈیؒ کے چند نادر مکتوبات میرے کتب خانہ میں

راجہ نور محمد نظامی☆

الحمد للہ جہاں میرے کتب خانہ کو تاریخ وتذکرہ کی کتب کے ذخیرہ کی بنا پر پورے پاکستان میں تخصص حاصل ہے۔ خطہ پوٹھوہار اور ہزارہ کے متعلق مقامی علمائے کرام، مشائخ عظام، اہلِ علم وفضل، مصنفین اور مشاہیر کی تصانیف ومرتبہ کتب مطبوعہ، مخطوطات کے ساتھ ساتھ مکتوبات ودیگر تحریرات قلمی کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ اُن میں حضراتِ مشائخ عظام خانقاہِ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ مکھڈ شریف کی مطبوعات وقلمی تحریرات ومکتوبات کا ایک نادر ونایاب ذخیرہ موجود ہے۔

میرا مولد ومسکن بھوئی گاڑ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک زمانہ قدیم سے علم وعرفان کا مرکز چلا آ رہا ہے۔ یہاں کے علمائے کرام کے ساتھ ساتھ عوام وخواص کا تعلق عقیدت ومحبت، سیر وسلوک، مشائخ عظام چشت اہل بہشت مکھڈ شریف سے تقریباً دوسو سال سے زائد عرصے پر محیط ہے۔ بانی خانقاہ حضرت مولانا محمد علی قریشی بٹالوی ثم مکھڈی (متوفی ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء) اور حضرت مولانا حافظ شیخ احمد قریشی (متوفی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۸ء) جدِ اعلیٰ خاندان علمائے کرام قریش بھوئی گاڑ حضرت مولانا میاں مصطفےٰ جی پشاوری کے مدرسہ اندرون لاہوری دروازہ، پشاور شہر میں ہم مکتب وہم درس تھے۔ لیکن تعلق بھائیوں جیسا تھا۔ یہی تعلق دونوں حضرات کی علمی وروحانی اولاد میں کئی پشتیں گزرنے کے باوجود آج بھی قائم ہے۔ راقم الحروف کے آباؤ اجداد کا تعلق بھی حضرت مولانا مکھڈیؒ کے زمانۂ حیات سے خانقاہِ چشتیہ مکھڈ شریف سے چلا آ رہا ہے۔

☆ تذکرہ نویس ومؤرخ، بھوئی گاڑ، ضلع اٹک

حضرت مولاناؒ نے فراغتِ علومِ ظاہری وباطنی کے بعد مکھڈ شریف میں علم وعرفان کی شمع جلائی تو جہاں دوسرے علاقوں سے پروانے مکھڈ شریف کی طرف چلے؛ وہاں میرے پردادا راجہ محمد حفیظ خان بن راجہ محمد جیون خان بھٹی راجپوت بھی سوئے مکھڈ روانہ ہوئے۔آپ کے نامِ نامی پر نظام الدین رکھنا،[راقم الحروف اُن کے نام سے اپنے نام کے ساتھ نظامی لکھتا ہے] آپ حضرت زینت الاولیاءؒ مولانا زین الدین صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔

میرے دادا راجہ گلاب خان (متوفی ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) اور میری دادی گلاب نور (متوفیہ۔۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) حضرت زینت الاولیاءؒ کے نواسے وجانشین حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی (متوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) سے بیعت تھے۔

بھوئی گاڑ کی گوجر چیچی خاندان کے ملک فتح خان کے بیٹے مولوی ملک نواب، ملک عبدالجبار، ملک فیروز، ملک اللہ داد، ملک کرم داد وغیرہ اور دیگر کئی لوگ آپ کے مرید تھے۔

علی کے بھوئی گاڑ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی حکیم عبدالحی قریشی (متوفی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء) آپ کے آخری مریدین میں سے تھے۔حضرت شیخ الاسلام آپ سے (۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) میں بیعت ہوئے۔اور پھر دو سال تک درسِ نظامی کی کتب ہدایہ،شرحِ جامی وغیرہ پڑھتے رہے۔

حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ کے دورِ حیات میں بھوئی گاڑ کے حضرت مولانا محمد عبدالنبی قریشی المعروف فقیر صاحب پوہی (متوفی ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء) اور اُن کے برادرِ خورد حضرت مولانا مفتی غلام ربانی قریشی المعروف گاڑاں والے اُستاد (متوفی ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء) ہر سال کے چار ماہ مدرسہ مکھڈ شریف میں پڑھاتے تھے۔وہاں آپ حضرات کے چند شاگردوں میں سے حضرت مولانا قمر علی ہزاروی۔ مدفن سیالکوٹ ،مولانا حسن الدین ۔اخلاص ۔نزد پنڈی گھیب ،مولانا میاں سلطان احمد اخلاص ۔نزد پنڈی گھیب ،مولانا گل اکرام برہ زئی۔ علاقہ چھچھ ،مولانا شیخ احمد ملہوالی۔ تحصیل پنڈی گھیب ،مولانا عبدالعلی نقشبندی خانقاہ ستالیہ راسلام

آباد، مولانا مفتی محمد حسن، علی پور، نزد حسن ابدال بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی، فاضل دیوبند، ملھوالی۔ تحصیل پنڈی گھیب شامل ہیں۔

حضرت مولانا غلام محی الدین احمد (۱) ، اکثر بھوئی گاڑ اور گردونواح میں اپنے مریدین ومتوسلین کے ہاں تشریف لاتے رہتے تھے۔ اور بعض اوقات مکتوبات بھی لکھتے رہتے تھے۔ راقم الحروف کے کتب خانہ میں آپ کے چار مکتوبات محفوظ ہیں۔ جن کا متن اور ترجمہ درج ذیل ہے۔

(خط۔۱)

مکتوب بنام مولانا محمد عبدالنبی قریشی المعروف فقیر صاحب پوہی بھوئی گاڑ (۲)

مشفقنا ومحبنا جناب مولانا صاحب مولوی محمد عبدالنبی صاحب زاد محبتکم

ازفقیر غلام محی الدین بعد از سلام مسنون الاسلام وشوق ملاقات

ایں کہ احوال باخیر وعافیت آں ومشفق مطلوب۔ رسالہ درآں صاحب رسید موجب خورمی وخور سندگی۔ ازصحت یافتن آں صاحب خورمی حاصل کرد۔ اللہ تعالیٰ آں صاحب راصحتِ دائمی بخشند۔ برادر میاں شمس الدین (۳) کارِ مسجد نیز بند است۔ زیرآں کہ سردار فتح خان (۴) طلب کردہ است اور از احوال خود اطلاع دادہ باشند واز احوال والد ماجد نیز اطلاع دہند۔ فقط

ازغلام قاسم (۵) وغلام محمد (۶) ہا تعظیم برسد۔ فقط

بہ غلام ربانی (۷) ووالد ماجد (۸) آں صاحب اسلام علیکم برسد

اُردو ترجمہ

مشفقنا ومحبنا جناب مولانا صاحب مولوی محمد عبدالنبی صاحب زاد محبتکم

ازفقیر غلام محی الدین بعد از سلام مسنون الاسلام وشوق ملاقات

یہ کہ آپ شفیق اور محبی کے احوال کی خیر وعافیت چاہتا ہوں۔ رسالہ جو آپ صاحب

نے بھیجا ہمارے لیے خوشی وشادمانی کا باعث ہے۔ جناب کی صحت یابی پر ہمیں خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ صاحب کو صحتِ دائمی بخشے۔ بھائی میاں شمس الدین کی مسجد کا کام بند ہے۔ سردار فتح خان سے مانگا ہوا ہے۔ اور اپنے احوال کی اطلاع دیں۔ اور اپنے والد ماجد کے احوال کی بھی اطلاع دیں۔

فقط

اور غلام قاسم وغلام محمد بھائیوں کو بھی تعظیم ہماری طرف سے۔ فقط
آپ کے والد ماجد اور غلام ربانی کو بھی السلام علیکم قبول ہو۔

(خط۔۲)

مکتوب بنام مولانا محمد عبدالنبی قریشی المعروف فقیر صاحب پوہی بھوئی گاڑ

بخدمت مشفقی صمیم ومحبی قدیم جناب مولوی محمد عبدالنبی صاحب زاداللہ مجکم!

بعد از السلام علیکم وعلی من لدیکم۔ واضح ہو کہ برخوردار محمد شمس الدین موچیاں کڑی(۹) والیاں گواہ لکھا دیا ہے۔ بیچ اس مقدمہ کے جس کے روا کرنے کے لیے گئے تھے۔ آپ تکلیف معاف کر کے خود بخود کڑی میں جا کر مولوی عبداللہ صاحب(۱۰) کو بتائیں کہ ایسا ایسا معاملہ ہوا ہے۔ اور اب نواب خان صاحب(۱۱) کے پاس کوئی آدمی بھیجو کہ یہ کُل حقیقت بیان کرے۔ اور فرماؤ نواب خان صاحب کو کہ تم نواب صاحب(۱۲) اٹک والے کی طرف لکھو یا آدمی روانہ کرو کہ برخوردار مذکور یعنی محمد شمس الدین کو گواہی سے جس صورت سے ہو سکے، نکال دیویں۔ ضرور ضرور

ضرور بصد ضرورتا کیداً یہ عرض ہے۔ اس امر میں حتیٰ المقدر بہت کوشش کریں۔

از جانب فقیر محمد شمس الدین وفقیر محمد عبداللہ (۱۳) بخدمت جناب مولانا مولوی محمد عبدالنبی صاحب تسلیمات وتعظیمات قبول باد۔

وفتح خان صاحب کوسلام پونچے [پہنچے]۔

از غلام محی الدین از مکھڈ

(خط۔۳)

بنام مولانا عبداللہ شاہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ فاضلیہ، گڑھی افغاناں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسولهِ الکریم .وبعد فیقول العبد المسکین الکتیب الحزین غلام محی الدین حفظه اللّٰه تعالیٰ یوم النُّشُور بظل الحضور اِنّ من آقائنا حفظهم اللّٰه تعالیٰ المولوی عبدالله الموصوف باخلاق اللّٰه لازال شمس فیضه بازعه قد جاء علی عرس مولانا المرحوم لا بمرّةٍ ولا بمرتین بل بمرار ما حفظناها وما تکلم بکلامٍ فیه هتک لاحدٍ وقد شاع فی هذه الایام انه رضی اللہ عنہ لما ذَهَبَ فی السنة الماضیة المتصلة تکلم فی باب مصنّف (۱۴) ایضاح المراد لدفع الایراد (۱۵) والحقُّ انه بهتان" عظیم" لیس فیه شائبة الصّدق وظنّی انه رضی اللہ عنہ ، ما اقام هٰهُنَا الا لیلة اولیلتین قد علمنا انه ، قال فی حقهٖ بشیئٍ ، وما تکلّم فی بابهٖ لا بهذا الغریب ولا باحدٍ من العلماء الکرام ، وتعلمی انه قد افتری رجل" وما غرضه الا اشتعال نار الفتنة فبیّن عند مصنّف

شمس الهدایه رحمۃ اللہ تعالیٰ (۱٦) **فکتب علی العجانه فی الا یضاح ، کتب من غیر التحقیق بناءً علی اعتمادہ علیه وما نظر الی ان هذا الزمان لیس زمان الا اعتماد بل کلّهم یقولون بافواهِ مالیس فیه ۰۰۰۰۰۰۰ /۱ حصة الصّدق . نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیئاتِ اعمالنا ،یا ها د یاً اهد نا الصراط المستقیم. آمین. ثم آمین**

اُردو ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولِ الکریم۔اور پس اس کے بعد کہتا ہے بندہ جو مسکین ہے۔ایسا بندہ جو غمگین و پریشان حال ہے۔یعنی غلام محی الدین حفاظت فرمائے اللہ تعالیٰ اس کی اُٹھنے کے دن اپنے سائے کے حضور میں؛ بے شک ہمارے بھائیوں میں سے ایک اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت فرمائیں۔مراد مولوی عبداللہ جو کہ اخلاق اللہ سے متصف ہیں۔اُن کے فیض کا سورج ہمیشہ روشن رہے۔تحقیق وہ مولانا مرحوم کے عرس پر ایک دو مرتبہ نہیں آئے بلکہ کئی بار آئے ہیں۔مگر ہم نے ان کے آنے کو کبھی بھی محفوظ نہیں کیا اور انھوں نے ایسا کوئی کلام نہیں کیا۔جس سے کسی کے لیے کوئی توہین ہو اور ان دنوں میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ جب وہ چلے گئے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔کہ گزشتہ سال انھوں نے ''**ایضاح الا مراد لدفع الا یراد**'' کے مصنف کے بارے میں گفتگو فرمائی تھی۔اور سچی بات یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے۔اس میں سچائی کا کوئی شائبہ یا گنجائش نہیں ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ مولانا اللہ اُن سے راضی ہو؛ یہاں پر ایک یا دو راتیں ہی ٹھہرے تھے۔حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے علم کے مطابق انھوں نے تو اُن کے حق میں ہی کلام فرمایا تھا۔اس بارے میں تو کوئی کلام نہیں فرمایا، نہ اس غریب کے ساتھ اور نہ ہی علمائے کرام میں سے کسی اور سے اور میرے علم کے مطابق یہ بات کسی آدمی نے اپنی طرف سے بنائی ہے۔اور اس

آدمی کی غرض اور مقصد سوائے فتنے کی آگ کو مُشتعل کرنے کے کچھ نہیں ہے۔پس بیان کیا گیا مصنف شمس الھدایہ نے لکھیں۔اوپری باتیں الیضاح میں اس نے اس کو بلا تحقیق کے مولانا رحمت اللہ علیہ پر اعتماد کر کے لکھ دیا۔حالاں کہ انھوں نے اس طرف توجہ نہ دی کہ یہ زمانہ اعتماد کا نہیں ہے۔بلکہ یہاں تو ماجرا یہ ہے کہ اکثر لوگ بس جو مُنہ میں آئے کہہ دیتے ہیں۔جب کہ ان باتوں میں سچائی کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہوتا۔ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔اپنے نفس کے شر سے اور اپنی بداعمالیوں سے۔اے ہدایت دینے والے ہم سب کو سیدھے راستے پر چلا۔

زِنورِسلیماں محمد علی زین الدین
شدہ مہر تا بود غلام محی الدین

(خط۔۴)

بنام مولانا قاضی فیض عالم ہزاروی(۱۷) ساکن درویش، ضلع ہری پور ہزارہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لوليه والصلوة على نبيه وعلىٰ آلهٖ واصحابه اجمعين

اما بعد بخدمت فضائل و كمالات پناه فواضل وبلاغات وستگا[دستگاه] جامع فروع واصول، مجمع معقول ومنقول، معدن حقائق [و]معارف قدسيه مخزن لطائف شرائف اويسيه ،زبده اذ كياوبرگزيده فضلاً عالم جناب مولانا مولوى محمد فيضِ عالم صاحب ادام الله تعالىٰ اظلال كماله وضاعف اجر حسناته وجلاله . آمين .

بعد لوازم تسلیمات وتعظیمات مشهود رائے عالی آں که درین زمان فساد وظغیان نشان اکثر مردمان که خود را اهلِ حدیث گویند خودرا مجتهد تصور یده از اجتهادِ مجتهدین رحمة الله علیهم اجمین انحراف در زیده اند چنانچه بر آن حضرت هم پوشیده ومخفی نبوده باشد در این جا دو شخص (۱۸) اند که تعجیلِ افطارِ روزه و تعجیلِ صلوةِ مغرب به نوعے میکنند که بمجرد ظهورِ ظلمت از افقِ شرقی وغروبِ آفتاب افطار وصلوة می کند .و می نماید با وجودیکه ملک کوهستان است وتاخیر صلوة وافطارِ صوم را تا ارتفاع ظلمت بیک نیزه یا نصف سما مکروهِ تحریمه میگویند.

بلکه نسبتِ باهل تشیع و یهود می سازند . بنا بران به آن حضرت تصدیعه داده شد که برائے لطف و مهربانی و کمال شفقت بر دینِ محمد مصطفیٰ ﷺ فرموده از کتبِ معتمده حنفیه این مسئله را تحقیق فرموده بروایاتِ صحیحه مرجحه کتبِ حنفیه دربارهٔ افطار صوم و اداءِ صلوةِ مغرب هرچه حق نزد شان باشد. تحریر فرمایند (۱۹) واگر فرصتِ دست دید تا رساله درین مسٔله تالیف (۲۰) فرموده اطلاع بخشند که واقع شر گردد ودرین امر تصریح فرمایند که این وقتِ افطار صوم واداءِ صلوٰةِ مغرب است. وبعدازاں کراهتِ صلوٰة است ،وبنا این حد رسمِ یهود وشیعه شنیعه است .

فضیلت پناہا بدون ضرورت شدید تصدیعه افزاذات عالی صفات نگر دیده ام .

فقط والتعظیم

ازمکھڈ مورخہ ششم ماہِ ذی الحجہ۔۱۳۱۲ھ

اُردو ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔الحمد لولیہ والصلوۃ نبیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ۔

امابعد بخدمتِ فضائل وکمالاتِ پناہ، فواضل وبلاغات دستگاہ، جامع فروع واصول، مجمع معقول، معدنِ حقائق، معارفِ قُدسیہ، مخزن لطائف شرائف اویسیہ، زبدۃ ازکیا، برگزیدہ فضلاً عالم، جناب مولانا مولوی محمد فیض عالم صاحب ادام اللہ تعالیٰ اظلال کمالہ، وضاعف اجر حنانہ وجلالہ آمین۔

بعد لوازم تسلیمات وتعظیمات شہود رائے عالی آں کہ اس زمانے میں جو فساد وطغیان کا زمانہ ہے۔میرے مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ اکثر لوگ جو کہ خود کو مجتہد تصور کرتے ہیں۔اور اجتہاد و مجتہدین سے انحراف کرتے ہیں۔ چناں چہ آپ حضرت سے یہ بات مخفی وپوشیدہ نہیں ہے۔اس جگہ پر دو شخص ایسے ہیں کہ وہ جلدی سے روزہ کی افطاری اور نمازِ مغرب ادا کرتے ہیں۔چوں کہ غروبِ آفتاب کے بعد جوں ہی مشرق کی طرف اندھیرا ہوتا ہے۔افطاری کرتے اور نماز پڑھتے ہیں اس کے باوجود کہ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔اور تاخیر نماز افطار روزہ اندھیرا چھا جانے پر جب کہ ایک نیزہ یا آدھے آسمان پر سیاہی چھا جانے پر مکروہِ تحریمی کہتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ اہلِ تشیعہ ویہود سے اپنی نسبت بناتے ہیں۔ بنا برآں حضرت تصدیق فرمائیں اور اپنے لطف ومہربانی اور کمالِ شفقت پر دینِ محمد مصطفیٰ ﷺ فرمان یہ مستند کتب حنفیہ سے اس مسئلہ کی تحقیق فرمائیں۔ جو کہ روایاتِ صحیحہ اور جامع کتب حنفیہ سے متعلق افطار روزہ اور ادا نماز مغرب جو کہ حق ہو۔ واضح تحریر فرمائیں۔اور اگر آپ کو فرصت ہو تو ایک رسالہ اس مسئلہ کے بارے میں تالیف فرما کر اطلاع بخشی جائے۔تاکہ جو اس شر کو دفع کرے اور اس مسئلہ میں تصریح فرمائیں کہ یہ وقت افطار اور نمازِ مغرب ادا کرنے کا ہے۔اور بعد ازاں مکروہ صلوٰۃ ہے۔اور اس رسم کی بنیاد یہود وشیعہ ہیں آپ فضیلت پناہ ہیں۔اس ضرورتِ شدیدکی بنا پر اس کی تصدیق آں جناب عالی صفات سے چاہتا ہوں۔

فقط والتعظیم

از مکھڈ۔ چھ ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

<u>ماخذ وحواشی:۔</u>

<u>ا۔</u> حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی ۔حضرت مولانا غلام محی الدین بن حافظ میاں محمد ۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۸ء کو مکھڈ شریف میں پیدا ہوئے۔آپ کے دادا حافظ محمد محسن بن مولانا ابراہیم تھوہا محرم خان تحصیل تلا گنگ سے ترنگ میلہ علاقہ نرڑہ ۔تحصیل جنڈ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد مکھڈ شریف میں آکر آباد ہوئے۔آپ نے تعلیم مکھڈ شریف ، بھُو ،نزد دُورَداو۔ تحصیل فتح جنگ، ضلع اٹک اور ہندوستان کے مدارس میں حاصل کی ۔آپ کے اساتذہ میں مولانا خورشید لنگڑیال [تحصیل پنڈی گھیب۔ ضلع اٹک] ،مولانا حافظ عبدالقدوس چھاچھی، فاضل علی گڑھ، مدفن مکھڈ شریف ،مولانا خان محمد مرجانی جیسے حضرات شامل ہیں ۔دورۂ حدیث مکھڈ شریف میں مولانا خان محمد مرجانی سے پڑھا۔اپنے نانا حضرت مولانا زین الدین سجادہ نشین مکھڈ شریف کے فیض یافتہ تھے۔حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی سے خلافت واجازت حاصل تھی ۔اپنے نانا کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے۔تقریباً تینتیس سال تک درس وتدریس اور ارشاد وتلقین میں مصروف رہ کر ۸۔ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے اور مکھڈ شریف میں تدفین ہوئی ۔اولاد میں تین فرزند حضرت مولانا احمد الدینؒ،حضرت مولانا محمد الدینؒ اور حضرت مولانا غلام زین الدینؒ تھے۔

۲۔ حضرت مولانا عبدالنبی قریشی المعروف فقیر صاحب پوئی گاڑاں:۔حضرت مولانا عبدالنبی قریشی بن مولانا قاضی امیر حمزہ قریشی ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۷ء کو بھوئی گاڑ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک کے مشہور علمی خانوادے میں پیدا ہوئے ۔آپ کے دادا حضرت مولانا حافظ شیخ احمد قریشی حضرت مولانا محمد علی قریشی مکھڈیؒ کے ہم درس تھے۔آپ نے علومِ ظاہری کی تعلیم بھوئی گاڑ ،مکھڈ شریف اور لنگڑیال سے حاصل کی ۔دورۂ حدیث بڑی عمر میں حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف سے پڑھا۔سلسلہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ میں اپنے استاد اور شیخ حضرت مولانا زین الدین مکھڈیؒ کے فیض یافتہ تھے۔تمام عمر بھوئی گاڑ اور مکھڈ شریف میں درس وتدریس میں بسر کی۔فقیر منش بزرگ عالم دین تھے۔۸رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء میں وصال ہوا اور اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین ہوئی ۔اولاد میں ایک بیٹی بی بی خدیجہ تھیں۔جس کا نکاح اپنے چچا زاد مولانا محمد غوث قریشی بن مولانا احمد الدین قریشی سے ہوا۔آپ کے تصانیف میں ''تذکرۃ المحبوب'' تذکرہ مشائخِ عظام خانقاہ حضرت مولانا محمد علی قریشی

مکھڈی" مشہور ہے جو مخطوطہ کی صورت میں محفوظ ہے۔

۳۔ حضرت مولانا شمس الدین مکھڈی، حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی سجادہ نشین مکھڈ شریف کے برادرِ خورد تھے۔ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء کو مکھڈ شریف میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ مکھڈ شریف میں مولانا خان محمد مرجانی سے رسائلِ صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔ بعض کتب کی تعلیم لنگڑیال میں مولانا خورشیدؒ سے حاصل کی۔ اعلیٰ کتب کی تعلیم ہندوستان سے حاصل کی۔ بقول مولانا مفتی عبدالحق قریشی مرحوم آپ انگریز حکومت کے مخالف تھے۔ نوجوانی میں میرے والدِ گرامی مولانا مفتی غلام ربانی قریشی اور مولانا شمس الدین مکھڈی اکٹھے ریاست بہاولپور میں فوجی گھوڑسواری، گتکہ بازی اور شمشیر زنی سیکھتے تھے۔ انگریز مخالف تحریکوں میں حصہ لیا اور آزادیٔ وطن کے لیے کام کیا۔ آپ کا وصال شبِ جمعرات ۳؍ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں ہوا۔ خانقاہ مکھڈ شریف میں اپنے والدِ گرامی کی قبر کے غربی جانب دفن ہوئے۔ اولادِ نرینہ میں ایک فرزند حضرت مولانا قمر الدینؒ [م ۱۹۸۸ء] تھے۔ جن کی صحبت چند دن راقم الحروف کو بھی میسر رہی۔

۴۔ سردار فتح خان

۵۔ حضرت مولانا قاسم بن حضرت مولانا شیخ احمد قریشی ساکن ڈھیری مہلو، نواح بھوئی گاڑ۔ صاحبِ درس وتدریس عالم دین تھے۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین مکھڈی کے مرید اور حضرت مولانا مفتی غلام ربانی قریشی ساکن بھوئی گاڑ کے برادرِ نسبتی تھے۔ ڈھیری مہلو میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

۶۔ حضرت مولانا غلام قاسم کے برادرِ خورد، عالم دین تھے۔ نوجوانی میں ہی داغِ مفارقت دے گئے۔

۷۔ حضرت مولانا مفتی غلام ربانی قریشی بن مولانا قاضی امیر حمزہ قریشی ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء کو بھوئی گاڑ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالنبی قریشی کے برادرِ خورد تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ موضع وندی۔ تحصیل پنڈی گھیب کے مولانا حکیم نظام الدین قریشی کی دختر تھیں۔ تعلیم بھوئی گاڑ اور مکھڈ شریف میں حاصل کی۔ حضرت مولانا زین الدین مکھڈیؒ آپ کے استاد اور شیخ الطریقت تھے۔ دورۂ حدیث سکندر پور۔ ہزارہ میں مولانا احمد فاضل دیوبند سے پڑھا۔ فراغت علومِ ظاہری کے بعد اپنی خاندانی درسگاہ میں تمام عمر مدرس اور مفتی کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سال میں چار ماہ مدرسہ زیارت شریف مکھڈ میں طلبا کو پڑھاتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف دیگر علما کے شانہ بہ شانہ رہے۔ ۱۹۰۰ء میں مناظرہ لاہور میں بھی موجود تھے۔ آپ کا وصال بروز بدھ ۱۱؍جمادی الاول ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء کو ہوا اور بھوئی گاڑ میں دفن ہوئے۔ اولادِ نرینہ میں تین فرزند حضرت مولانا مفتی عبدالحی قریشی، حضرت مولانا قاضی ضیاء الدین احمد قریشی اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد قریشی تھے۔

۸۔ حضرت مولانا عبدالنبی قریشی کے والدِ گرامی حضرت مولانا قاضی امیر حمزہ قریشی بن حضرت مولانا

حافظ شیخ احمد قریشی ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۹ء کو بھوئی گاڑ میں پیدا ہوئے۔ تمام علوم کی تعلیم بھوئی گاڑ، مکھڈ شریف ہزارہ اور چھچھ کے مدارس میں حاصل کی۔ تمام زندگی بھوئی گاڑ میں بحیثیتِ مدرس، مفتی، قاضی القضات اور مجاہد آزادی کے بسر کی۔ حضرت مولانا محمد علی کے مکھڈیؒ کے شاگرد اور مرید خاص تھے۔ بروز بدھ ۱۷ رشوال ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۱را کتوبر ۱۹۱۱ء کو وصال ہوا اور بھوئی گاڑ میں خاندانی قبرستان میں تدفین ہوئی۔ اولادِ نرینہ میں چار فرزند حضرت مولانا عبدالنبی قریشی حضرت مولانا محمد یوسف قریشی، حضرت مولانا احمد الدین قریشی اور حضرت مولانا غلام ربانی قریشی تھے۔

۹۔ موچی کیڑی، نزد لکڑ مار علاقہ نرڑہ۔ تحصیل جنڈ میں لکڑ مار کے مغرب میں علاقہ نرڑہ کے کنارے آباد ایک گاؤں ہے۔

۱۰۔ حضرت مولانا عبداللہ شاہ بن امیر اعظم شاہ ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء کو میر پور، ضلع ایبٹ آباد۔ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ علومِ ظاہری کی تعلیم بھوئی گاڑ، سکندر پور میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث اور ترجمہ وتفسیر قرآنِ مجید علی گڑھ ہندوستان میں پڑھا۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ گڑھی افغاناں خلیفہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے خلیفۂ مجاز اور سجادہ نشین تھے۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی۔ فتنۂ قادیانیت کا مقابلہ کرنے والے ابتدائی علما میں سے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ سے بعض مسائل میں اختلاف تھا۔ جس پر چند رسائل بھی تصنیف کیے۔ تمام زندگی خانقاہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں مریدین کی اصلاح وتربیت میں بسر کی۔ ۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۲۵ھ/ ۱۷ رمئی ۱۹۰۷ء کو وصال ہوا اور خانقاہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں اپنے مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کے چند علمی رسائل

۱)۔ اظہار ماھوالحق وازھاق الباطل ۲)۔ شمس الشہداء فی بیان ادالافتری مہر شاہ
۳)۔ الحق المبین ۴)۔ قول السدید فی اثبات معنی کلمہ توحید یادگار

۱۱۔ نواب خان بن فضل خان بن عبداللہ خان کھٹڑ رئیس دھریک، تحصیل فتح جنگ۔ کھٹڑ فیروز اسی خاندان سے تھے۔ حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ گڑھی افغاناں کے مرید تھے۔ سکھوں کے خلاف جنگوں میں اعلیٰ کارکردگی پر انگریز حکومت نے ۱۸۴۹ء میں پنجاب کو قبضے کے بعد آپ کی خاندانی جاگیر بحال کرتے پروانشل درباری کی کرسی دے دی۔ انگریزوں سے نفرت تھی اس لیے حکومت نے وفادار نہ جانتے ہوئے آپ کی کرسی چھین لی اور جاگیر ضبط کرلی۔ حضرت عبداللہ شاہ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں فوت ہوئے۔ اولادِ نرینہ میں پانچ لڑکے سعداللہ خان، محمد اشرف خان، شیر احمد خان، احمد بخش خان، اور محمد اکبر خان تھے۔

۱۲۔ نواب محمد افضل خان بن نواب محمد امیر خان بن نواب سرفراز خان یوسف زئی افغان۔ آپ کے

بزرگ علاقہ یوسف زئی مردان سے موضع کھنولی، ضلع سہارنپور، صوبہ یوپی۔ ہندوستان میں جا کر آباد ہونے لگا۔ آپ اور آپ کے والد نواب امیر خان اٹک کے تحصیل دار رہے۔ اس کے علاوہ آپ راولپنڈی اور ہری پور ہزارہ کے تحصیل دار بھی رہے ۔ حضرت عبداللہ شاہ گڑھی افغاناں کے مرید خاص تھے۔ ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء کو فوت ہو کر قبرستان خانقاہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں دفن ہوئے۔ اولادِ نرینہ میں تین فرزند محمد اکرم خان، محمد اعظم خان وزیر مغربی پاکستان اور محمد اکبر خان تھے۔

۱۳۔ حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی کے منشی تھے۔ خانقاہ شریف کی خط و کتابت اور لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے۔

۱۴۔ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ مصنف ایضاح المرادلدفع الایراد ۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۹ء کو گولڑہ اسلام آباد میں پیر سید نذر دینؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ تعلیم بھوئی گاڑ، میکی ڈھوک، انگہ، علی گڑھ اور سہارنپور میں حاصل کی۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے والدِ گرامی اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے فیض یافتہ تھے اور خلافت واجازت بھی تھی۔ حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی، حضرت عبداللہ شاہ گڑھی اور حضرت خواجہ احمد میرویؒ سے بعض مسائل پر اختلافات رہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مناظرہ کے لیے لاہور، ۱۹۰۰ء میں گئے تھے۔ تمام عمر اشاعتِ سلسلہ اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی۔ ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۷ء میں وصال ہوا اور گولڑہ شریف میں مدفون ہیں۔

۱۵۔ ایضاح المرادلدفع الایراد: یہ جواب عنایت نامہ محبی مولوی عبداللہ صاحب سجادہ نشین گڑھی شریف، تصنیف حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑی، فارسی، صفحات ۱۲، مطبوعہ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) اس کے آخر میں دو صفحات کا اشتہار بعنوان ''اعلاف'' اُردو میں ہے۔ جس کے آخر میں المشتہر ''محمد چراغ'' لکھا ہے۔ یہ مولانا محمد چراغ چکوڑی گجراتی ہیں۔

۱۶۔ شمس الہدایہ: یہ بھی حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑیؒ کی تصنیف ہے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح مدعود کے جواب میں رَد لکھا۔ اس کا زمانہ تصنیف دسمبر ۱۸۹۹ء سے جنوری ۱۹۰۰ء ہے۔ اس کے حوالہ جات عربی و فارسی میں ہیں۔ کتاب کا پورا نام ''شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح'' ہے مطبوعہ مطبع مصطفائی، لاہور، بہ اہتمام حافظ محمد الدین، بہ اجازت و تصحیح مولوی غازی، اُردو، صفحات ۱۱۶، مطبوعہ ۱۳۱۷ھ

۱۷۔ حضرت مولانا مولوی قاضی فیض عالم ہزاروی بن مولانا میاں جیون بن مولانا علاء الدین گجراتی پٹنی ۱۲۷۶ھ/۱۸۴۱ء کو کوٹ نجیب اللہ ضلع ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ کوٹ نجیب اللہ بھوئی گاڑ اور سکندر پور میں تعلیم حاصل کی۔ طریقت میں سلسلہ اویسیہ تھا۔ مولانا نام کے ساتھ اویسی لکھتے تھے۔ فراغت کے بعد کوٹ نجیب اللہ میں

درس وتدریس شروع کی کہ ۱۸۶۱ء میں موضع درویش ہری پور کے رئیس غلام محمد خان ترین آپ کو اپنے گاؤں لے گئے۔ رہائش کے لیے مکان اور گزران کے لیے ایک بڑی جائیداد آپ کے نام کی۔ اس کے بعد تمام عمر آپ نے درویش میں درس وتدریس، افتاء، قضاۃ اور تصنیف وتالیف کا کام کرتے رہے۔ ۲۵ رشوال ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں آپ کا انتقال ہوا اور درویش گاؤں کے شمال میں ہزارہ روڈ کے قریب ایک چار دیواری میں آپ کی قبر ہے۔ اولاد میں ایک لڑکی اور چار صاحبزادے محمد بہاء الحق، عبدالسلام، محمد فضل غوث اور محمد فضل حق المعروف قاضی مخدوم تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''نبراس البررۃ عند اداالجمعہ فی حکومت کفریہ''، ''نبراس الصالحین لدفع مطاعن غیر المقلدین''، وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط، حیانۃ اۃ کیاس عن وسوسہ الخناس مطبوعہ اور البراھین القطیعہ فی تعین الاوقات المغربیہ (قلمی) میرے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

۱۸۔ درایں جادو شخص اند:۔ میری تحقیق کے مطابق حضرت میاں محمد فاضل اعوان نقشبندی مکھڈی اور غلام سرور خان۔ خان آف مکھڈ ہیں۔ یہ دو اشخاص۔ مولانا گل فقیر احمد پشاوری ''ملفوظات مہریہ'' میں لکھتے ہیں۔ ایک دن آپ (حضرت پیر مہر علی شاہ) دربار میں تشریف فرما تھے۔ دورانِ گفتگو تاخیر یت صلوۃ کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے پیر ولایت شاہ صاحب نوشہروی کو فرمایا کہ عرصہ ہوا مکھڈ شریف میں حضرات چشتیہ ونقشبندیہ کے درمیان اوقاتِ نماز خصوصاً نماز مغرب کے بارے میں اختلاف واقع ہوا تھا۔ اس بارے میں فتویٰ لے کر حضرت محب النبی قریشی پیر مہر علی شاہؒ کے پاس بھی گئے تھے مگر آپ نے دستخط نہ کیے۔ پیر مہر علی شاہ کے ملفوظات میں حضراتِ چشتیہ ونقشبندیہ کا ذکر ہے۔ حضراتِ چشتیہ سے مراد حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی اور آپ کے متعلقین مراد ہیں۔ حضرت میاں محمد فاضل اعوان مکھڈی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے خلیفہ مجاز تھے۔ خان آف مکھڈ غلام سرور خان جو حضرت محمد عثمان دامانی کا مرید تھا اُس کی استدعا پر آپ اپنے وطن کوٹلی علاقہ سون سکیسر خوشاب سے مکھڈ شریف آکر مقیم ہو گئے تھے۔ سید محمد اکبر علی شاہ دہلویؒ ''مجموعہ فوائد عثمانی'' میں لکھتے ہیں۔ میاں فاضل صاحب قوم اعوان سلمہ اللہ تعالیٰ از قدیم سکنہ موضع کوٹلی علاقہ سون سکیسر، ضلع شاہپور، تحصیل خوشاب از حالاً عرصہ چندیں سال در شہر مکھڈ، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع راولپنڈی (حال اٹک) استقامت می دارند۔

۱۹۔ رسالہ: مولانا مولوی قاضی فیض عالم ہزاروی نے حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی کی فرمائش پر رسالہ ''البراھین القطیعہ تعین الاوقات المغربیہ'' لکھا۔ اس رسالہ کے آغاز میں حضرت مولانا غلام محی الدین مکھڈی کا مکتوب گرامی شامل ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں بڑے سائز کے پینتیس صفحات پر ہے۔ اور ۱۰۔ محرم ۱۳۱۳ھ کو لکھا گیا۔ قلمی رسالہ کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی، بھوئی گاڑ، تحصیل حسن ابدال، ضلع اٹک میں محفوظ ہے۔

۲۰۔ مولانا قاضی فیض عالم ہزاروی کے مذکورہ رسالہ کے علاوہ اسی موضوع پر حضرت خواجہ فقیر احمد میروئیؒ میرا شریف، تحصیل پنڈی گھیب نے بھی ایک رسالہ اوقات المغربیہ ''رسالہ مغربیہ'' آٹھ صفحات پر فارسی میں لکھا۔اس رسالہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ہذہ رسالہ تحقیقی وقت مغرب۔فارسی رسالہ قلمی کا عکس میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جب کہ اس کا اُردو ترجمہ مولانا محمد عثمان غنی چکوالی نے کیا۔جو ایس۔ٹی پرنٹرز، گوالمنڈی، راولپنڈی سے شائع ہوا۔

☆☆☆☆☆

حضور اپنے کرم کے حصار میں رکھنا
دیارِ نور کے قرب و جوار میں رکھنا

جیوں تو گنبدِ خضریٰ کے سائے میں آقا
میں مر بھی جاؤں تو اپنے دیار میں رکھنا

جب آپ اپنے غلاموں کو یاد فرمائیں
مجھے بھی شاہِ مدینہ شمار میں رکھنا

حضور آپ جو چاہیں تو کیا نہیں ہوتا
میری امید کا گلشن بہار میں رکھنا

قدم قدم پہ لگا ہے تجلیوں کا ہجوم
ذرا سنبھل کے قدم کوئے یار میں رکھنا

اِک التماس ہے جب تک رہوں میں دُنیا میں
الٰہی سرورِ عالم کے پیار میں رکھنا

لحد میں مجھ کو نیازؔی اُتارنا جس دم
درودِ پاک کا تحفہ مزار میں رکھنا

(عبدالستار نیازی)

الاولیا و دستگیر بیکسان کملا شهباز ولایت اکبریه علیا و وارث حقیقی سید الانبیا
سیدنا و مولانا خواجه خواجگان حضرت خواجه شاه سلیمان قدس سره
بما هنا زند طعن عدم فهمی این مسئله میکنند تا هدایه کامل و نصیحت تمام امید شود و خوف
الذباب و دفع شر ذی ناب از حریم عفت این امام عالی مقام و متبعان زائل
الاقدام بحصول انجامد و جوش این غیرت و ولوله و هوای این عبرت در سر بود
که ناگاه نامه عنبر شمامه از منیره شریف وارد شد عبارت منصوصه او حرف بحرف
نوشته می شود ——— جامع معقول و منقول ماهر فنون فروع و اصول جناب
حضرت مولانا مولوی محمد فیض عالم صاحب دام فیضهم بعد از ادای [illegible] علیکم
و سلام مسنون سید الانام هویدا باد که هرچه در باب وقت مغرب [illegible] از اجازت
در نظر شریف از پی مذهب [illegible] جدا جدا با سناد تمام مفصلا جمع نمایند و از کتب فقهیه
هر چه ترقیم نمایند باید که احوال فقها و مذهب علما مفصلا تحریر نموده رساله [illegible]
ارسال فرمایند که بعضی مردمان این ملک هم بسیار زود [illegible] که اگر اندکی [illegible] از شفق
ظاهر میشود نماز می گذارند و میگویند که احتیاط در ادای نماز زود میکنند [illegible]
و این جانب می گوید که چون سرخی از طرف مشرق زائل گردد بعد از آن
نماز مغرب بگذارند و درین مسئله بسی بسیار نموده گوشش [illegible] فقط
الراقم فقیر احمد از جمیع احباب بنده را بسبب ضعف [illegible] یاد نمودند که ادای
این امر عالی و سر انجام این مدعای گرامی از بس دور است لیکن از همت حضرت و برکت
ملکیه شریف با این عبارات و اضحات منصوصه نازل شد ———

بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لولیه والصلوة علی نبیه و علی آله و اصحابه اجمعین اما بعد
بخدمت فضائل و کمالات پناه فواضل و بلاغات دستگاه جامع فروع و اصول
مجمع معقول و منقول معدن حقائق معارف قدسیه مخزن لطائف شرائف
اولسیه زبده اذکیا و برگزیده فضلاء عالم جناب مولانا مولوی محمد فیض عالم صاحب

حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ مکھڈی

محمد ساجد نظامی

ابتدائی حالات: آپؒ کا اسم گرامی غلام محی الدین احمدؒ ابن میاں محمد ابن حافظ محمد محسنؒ ابن مولانا ابراہیمؒ۔ ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء مکھڈ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا مولد و مسکن تھوا محرم خاں (تحصیل تلہ گنگ) تھا۔ حضرت مولانا ابراہیمؒ کا مزار مبارک تھوا محرم خاں میں ہے۔ حضرت مولانا ابراہیمؒ کے تین صاحبزادے ہوئے۔

۱۔ حافظ محمد محسن ۲۔ مولانا غلام حسنؒ ۳۔ حضرت محمد اکرمؒ

حافظ محمد محسنؒ اور مولانا غلام حسنؒ سگے بھائی تھے۔ حضرت محمد اکرمؒ کی والدہ الگ تھیں۔ حافظ محمد محسنؒ نرڑا کے قصبہ ترنگ میلہ میں قیام پذیر ہوئے۔ مولانا غلام حسنؒ نے للیانی (سرگودھا) میں سکونت اختیار کی۔ محمد اکرمؒ ابتداً والد مکرم کے ساتھ رہے بعد ازاں اُن کے وصال کے بعد ڈھڈیاں (سرگودھا) میں سکونت اختیار کی۔ حضرت حافظ محمد محسنؒ کچھ عرصہ وہیں ترنگ میلہ [طورنگ میلہ] میں مقیم رہے۔ پھر مکھڈ شریف تشریف لائے اور جامع مسجد (مسجد حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی) سے ملحقہ حجروں میں مقیم ہوئے اور قرآن مجید کی تعلیم شروع کر دی۔ علاقہ کے لوگ آپؒ کے فیضان سے مستفید ہوئے۔ آپ کا وصال مسجد سے ملحقہ حجروں میں ہی ہوا۔ مزار مبارک خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی سے ملحقہ مسجد سے متصل جنوبی مینار کے سائے میں مولانا عبدالقدوس چھاچھیؒ کے شرقی جانب مرجع خلائق ہے۔

حصولِ علم: آپؒ نے ابتدائی تعلیم مکھڈ شریف کی درسگاہ میں حاصل کی۔ بعد ازاں بھُو (فتح جنگ) میں مولانا محمد قاسمؒ کے پاس زیرِ تعلیم رہے۔ جن دنوں حضرت مولانا زین الدینؒ مکھڈی کا وصال ہوا تو آپؒ یہاں شرح ملا جامی و عبدالغفور پڑھتے تھے۔ آپؒ کے چھوٹے بھائی حضرت شمس الدینؒ مکھڈی بھی ساتھ تھے۔ ''تذکرۃ المحبوب'' میں مولانا عبدالنبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت زینت

الاولیا کے وصال کی خبر چھ دن بعد پہنچی۔۱۳محرم الحرام ۱۲۹۵ھ کو حضرت کا وصال ہوا۔اپنے مرشد و مربی کے وصال کے بعد ۱۰ سال تک حصول علم میں مشغول رہے۔۱۳۰۵ھ میں باقاعدہ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے اور ایک عالم کو اپنے ظاہری و باطنی علوم سے مستنیر فرمایا۔آپؒ کے اساتذہ میں مولانا محمد قاسمؒ بھُووالا (فتح جنگ) کے علاوہ مولانا خورشیدؒ لنگڑیالوی، مولانا حافظ عبدالقدوسؒ چھاچھی اور مولانا خان محمد مرجانوی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔اس کے علاوہ ہندوستان کے متعدد مدارس سے حصول علم کرتے رہے۔

بیعت وخلافت: آپؒ کی بیعت اپنے نانا حضرت خواجہ زین الدین معروف بہ زینت الاولیا سے تھی۔۱۲۹۵ھ، صفر المظفر کو حضرت غلام محی الدینؒ مکھڈی غوثِ زماں حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی کے سالانہ عرس مبارک پر حاضری کے لیے تونسہ مقدسہ تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ اللہ بخشؒ غریب نواز نے آپؒ کی دستار بندی فرمائی۔دوسرے سال دوبارہ عرس مبارک پر حاضر ہوئے تو حضرت اللہ بخشؒ غریب نواز نے خلافت عطا فرما کر بیعت کی اجازت کے ساتھ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی کی جانشینی کا منصب عطا فرمایا۔حضرت اللہ بخشؒ غریب نواز آپ کے ساتھ حد درجہ شفقت فرماتے۔آپؒ اپنے خواجہ کے سفر وحضر میں ان کے حکم کے مطابق ساتھ رہتے۔۱۲۹۹ھ میں جب اللہ بخشؒ غریب نواز نے سفرِ حج کا ارادہ فرمایا تو آپؒ کو بھی ہم سفری کا دعوت نامہ بھیجا گیا۔اپنے نانی صاحبہ سے دیر سے اجازت ملنے کے سبب آپؒ سفر میں فوری شریک تو نہ ہو سکے لیکن بذریعہ بحری جہاز بمبئی (ممبئی) مکہ مکرمہ میں اللہ بخشؒ غریب نواز کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔چھ ماہ کے اس سفر کے دوران حضرت کی ذاتِ والا شان سے فیوض و برکات کا حصول ایک یقینی امر تھا۔

ازدواجی زندگی: آپؒ نے تین شادیاں کیں۔ڈھوک لاہم، کھڑپا (تحصیل پنڈی گھیب)، تھوہا محرم خان (تحصیل، تلہ گنگ) اور ایک کالا باغ (ضلع میانوالی) سے۔

اولادِ اطہار: اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے تین صاحبزادے اللہ رب العزت نے عطا کیے۔

تینوں علم وفضل میں اپنی مثال آپ تھے۔

ا۔ حضرت مولانا محمد احمد الدینؒ مکھڈی (م ۳ جمادی الاول ۱۳۸۹ھ مطابق جولائی ۱۹۶۹ء۔ مدفن مبارک: خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی)

۲۔ حضرت مولانا محمد الدینؒ مکھڈی (م ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء۔ مدفن مبارک: خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی)

۳۔ حضرت مولانا غلام زین الدینؒ مکھڈی ثم ترگوی (م ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ مطابق جولائی ۱۹۷۸ء۔ مدفن مبارک: ٹبہ شریف، ترگ، تحصیل عیسیٰ، ضلع میانوالی)

شاگرد وخلفا: آپؒ کے شاگرد وخلفا میں حضرت مولانا محمد احمد الدینؒ مکھڈی، حضرت مولانا محمد الدینؒ مکھڈی، حضرت مولانا غلام زین الدینؒ مکھڈی ثم ترگوی، مولانا حسنؒ چشتی حیدر آبادی، صوفی عطا محمد خانؒ عیسیٰ خیلوی، مولانا شمس الدینؒ اخلاصی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

معمولات: حضرت مولانا محمد الدینؒ مکھڈی ''تذکرۃ الصدیقین'' میں اپنے والدِ مکرم کے روزمرہ معمولات کے ضمن میں یوں گویا ہیں:

> حضرت پیر و مرشدم حضرت زینت الا ولیاؒ کے سب اعمال وعادات ونشست وبرخاست میں پورے متبع تھے۔ تدریس علومِ ظاہریہ سے جو وقت فارغ ملتا اس کو اوراد ونوافل عباداتِ الٰہی میں صرف فرماتے۔ شام وعشا کے درمیاں کا وقت اکثر درود خوانی میں صرف ہوتا تھا۔ نمازِ عشا کے بعد بھی کافی دیر تک آپ مسجد میں تشریف فرما رہتے۔ اس کے بعد مکان پر تشریف لے جا کر کھانا تناول فرما کر آرام فرماتے۔ عصر اور شام کے درمیاں کا وقت بھی مسجد میں تشریف فرما رہتے اور عبادت کا شغل رہتا تھا۔ ابتدائی ایام اوائل عمر میں تدریس پر زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ اواخر عمر میں زیادہ وقت عبادت میں صرف ہوتا تھا۔ لیکن تدریس سے کوئی حصہ عمر کا خالی نہ تھا۔ چند عرصہ حضرت پیر و مرشدم کی نظرِ مبارک بوجہ موتیابند کے بند ہوگئی تھی۔ اس وقت بھی آپ تدریس فرماتے رہے[1]

کتب خانہ کی نئی عمارت ودیگر تعمیرات میں دلچسپی: کتب خانہ مولانا محمد علیؒ مکھڈی کی موجودہ وسیع وپُرشکوہ عمارت آپؒ ہی کے عہدِ سجادگی میں بنوائی گئی۔ گنبد حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی کے چاروں اُور برآمدے تعمیر کروائے گئے۔ مسجد کو وسیع کیا گیا اور مرکزی تالاب بنایا گیا۔ جس کا پانی وضو اور دیگر ضروریات کے لیے استعمال میں لایا جاتا۔ طلبا کی رہائش کے لیے مسجد کے سامنے رہائشی کمرے اور برآمدہ کی تعمیر کو مکمل کیا گیا۔

حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ زندگی بھر درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ متعدد علما وفضلا نے آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آپؒ کے شاگردوں اور فیض یافتگان میں مولانا شمس الدینؒ اخلاصی جنھوں نے "جنگ نامہ منسوب بہ قاسم نامہ" کے نام سے ایک طویل فارسی مثنوی لکھی ہے، جس میں مناقب کے زیرِعنوان انھوں نے حضرت خواجہ اللہ بخشؒ تونسوی اور حضرت خواجہ غلام محی الدین احمدؒ کے لیے اپنا ھدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ اپنے پیرومرشد کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

درمنقبت خواجہ مکھڈی پیرومرشد خود ما قال اعلام ارشادہ رافعتہً وابقاہ اللہ مفیداً مادام الایام واللیالی باقیۃ۔

بہ انسان کہ چون یک تن آراستند	۱	چو چشم اُمت مصطفیٰ خواستند
دریں چشم چوں دیدہ را مردمک	۲	بود خواجۂ پاک سیرت ملک
کہ در ملکِ اِرشاد شد سایہ دار	۳	سرانِ زماں بر درش باجدار
چو یوسف زِ برجِ سعادت مہی	۴	بہ مصرِ مکھدست نامی شہی
زِ فضلِ الٰہی بہ سر تاجِ او	۵	جہانے بہ دیدار محتاجِ او
بود رودِ نیلش زِ دریائے سند	۶	عزیزی تر از نیکنامانِ ہند
چو یعقوب عالم پُر از عشقِ او	۷	صدف ہائے دِل از درِ صدقِ او

آپؒ کے ایک شاگرد مولانا حسن چشتیؒ ۲۷ سال تک جامع مسجد عثمانیہ، حیدرآباد دکن میں امام وخطیب رہے۔ ۳ سال مکھڈ شریف میں آپؒ کے زیر سایہ رہنے کا شرف بھی حاصل رہا۔ اپنے پیرومرشد سے محبت کے انداز ان سے سیکھنے چاہئیں۔ ایک خط میں اپنے دوست صوفی عطا محمدؒ عیسیٰ خیلوی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

> مجھ پر میرے مالک کا بے انتہا فضل وکرم ہے بخوائے [کذا] **اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا** مالک کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا تو بجائے خود رہا اس کی نعمتوں کا شمار بھی بے حد مشکل اور غیر ممکن ہے، میں نہ عالم نہ فاصل، نہ عابد نہ زاہد، نہ دنیوی لیاقت نہ دنیوی کاروبار کی واقفیت مگر میرا مالک اپنے اس سراپا غرق بحار عصیاں بندے پر اس قدر مہربان ہے کہ اس کا اظہار غیر ممکن ہے۔ یہ بھی مالک کا فضل وکرم ہے کہ ایسے بے نظیر پیر ۳ے کا غلام بنایا ہے اور پھر اس ناچیز غلام کی ایسی محبت حضرت قبلہؒ کے قلبِ اطہر میں ودیعت فرمائی ہے کہ نہ صرف بہ زمانہ حیاتِ دنیوی حضرت قبلہؒ کی بے انتہا عنایتیں میرے شامل حال تھیں بلکہ اب حیاتِ اُخروی میں بھی حضرت قبلہؒ کی عنایتوں سے مالا مال ہوں۔ حضرت قبلہؒ کے مبارک ہاتھوں کا تحریر فرمودہ ایک مکتوب گرامی بغرضِ زیارت بھیجتا ہوں بعد زیارت واپس فرما دیجئے۔ آقا نے اپنے ناچیز غلام کو جن الفاظ میں مخاطب فرمایا ہے اور آقا کی بے انتہا عنایت جو اس کمترین غلام کے شاملِ حال تھی اور اب بھی ہے اور آیندہ بھی ہمیشہ ان شاء اللہ المستعان رہے گی۔ اس مختصر تحریر سے آپ کو اس کا اندازہ ہو جائے گا۔ جب کبھی اپنے گناہوں کی کثرت اور نیکوں کی قلت کی وجہ سے پریشان ہوتا ہوں تو اس مکتوبِ گرامی کو پڑھ کر ان محبت بھرے ملفوظات مبارک سے اپنے حسرت زدہ دل کو تسکین دے لیا کرتا ہوں۔ منشیوں سے حضرت قبلہؒ نے جو مکتوبات لکھائے تھے ان میں اس مکتوب گرامی

سے بھی زیادہ محبت بھرے الفاظ ہیں لیکن اس مختصر مکتوب گرامی کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ حضرت اقدس واعلیٰؒ کے مقدس ہاتھوں کا تحریر فرمایا ہوا ہے میرا خیال ہے کہ اچانک موت نہ آ گئی اور موت سے پہلے کچھ بات چیت کی مہلت مل گئی تو یہ وصیت کروں گا کہ اس لفافہ کی سرکار کی علامت کو نکال کر یہ لفافہ مجھے قبر میں رکھنے کے بعد میرے سینے پر رکھ دیا جائے تا کہ اس کی برکت سے میری مشکلات آسان ہو جائیں۔ فرشتے قبر میں پوچھیں تو میں بے شک یہ کہ دوں گا۔ ''میں امت ہوں محمد ﷺ کی گدا شاہِ مکھڈی گا''۔ معاف فرمایئے خط کے مضمون سے بہت دور نکل گیا ہوں مگر میرا قصور نہیں طبیعت اس وقت بے قابو ہے۔ والسلام، محل میں تسلیمات، اعزہ کو دعوات مزید حیات و ترقی درجات دارین۔ ۴ شعبان المعظم سنہ شبنہ

حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ مکھڈی تا دمِ آخریں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ علی الصبح اسباق شروع فرماتے اور رات گئے تک تعلیم و تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ کتابت کا بھی ذوقِ وافر آپ کو میسر تھا۔ کتب خانہ مولانا محمد علیؒ مکھڈی میں ایک مخطوطہ ''سراجی'' کا آپ کے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں مختلف موضوعات پر اپنے شاگردوں کو بھی تحریک دلاتے کہ لکھیں۔ کتب خانہ میں کچھ مختلف الموضوع ایسے مخطوطات موجود ہیں جو آپؒ کے ایما پر لکھے گئے۔ ان شاء اللہ جلد فہرستِ مخطوطات میں اُن کا تفصیلی ذکر آ جائے گا۔

آپؒ اپنے حلقہ احباب، پیرانِ عظام اور خلفا و شاگردوں کو باقاعدہ خطوں کے جواب لکھتے تھے۔ آخر عمر میں منشیوں سے مکتوبات کے جوابات لکھواتے۔ چار مکتوب مبارک بنام صوفی عطاء محمد عیسیٰ خیلوی (میانوالی) کے نام کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

وصال مبارک: آپؒ کا وصال مبارک ۸۔ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء بروز منگل طلوعِ آفتاب کے بعد ہوا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ آپؒ کا مزار مبارک مولانا

محمد علیؒ مکھڈی کے مزار سے متصل جانبِ غرب واقع ہے۔ قطعہ تاریخِ وصال جو آپؒ کے مزار مبارک کی غربی دیوار پر لکھا گیا ہے۔ درج ذیل ہے۔

خواجہ ما بہ عز و جاہ و جلال ۱ شد زِ دنیا بہ اوجِ علیین
تروبہ صبح ساعتِ نیکو ۲ سالِ جامع غلام محی الدین

(۱۳۳۸ھ)

فاضلِ دہر واصلِ کامل ۳ نامور بود شیخ مہدین
شد بہ گلزار خلد واجد وصل ۴ بلبلِ گل غلام محی الدین
چشمۂ فیضِ او مدام آباد ۵ والیٔ وصل باغِ زین الدین

حوالہ جات :

۱۔ محمد الدینؒ، مولانا، تذکرۃ الصدیقین، فیروز سنز لمیٹڈ، اشاعت دوم، س ن، ص ۹۰
۲۔ شمس الدین اخلاصی، مولانا، جنگ نامہ معروف بہ قاسم نامہ، (قلمی عکس)، مخزونہ کتب خانہ مولانا محمد علیؒ مکھڈی، ۱۲۳۶ھ، ص ۲۲
۳۔ حضرت خواجہ غلام محی الدینؒ مکھڈی

☆☆☆☆☆

چھتیسویں مجلس

اسی سال ماہِ مبارک رجب کی ساتویں تاریخ بدھ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دینی بھائیوں کی محبت کا ذکر آیا۔ فرمایا کہ اخوت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک اخوت نسبت (رشتے داری) کی ہے۔ دوسری دین کی اخوت ہے۔ ان دو اخوتوں میں سے دین کی اخوت زیادہ پکی ہوتی ہے کیوں کہ اگر دو نسبتی بھائی ہوں ایک مؤمن اور ایک کافر تو مومن بھائی کی میراث کافر بھائی کو نہیں ملے گی۔ پس اِس اخوت کو کچا پاتا ہوں لیکن دین کی اخوت پکی ہوتی ہے۔ کیوں جو رشتہ دو دینی بھائیوں میں ہوتا ہے وہ دُنیا اور آخرت میں برقرار رہتا ہے۔

اس درمیان اس آیت کا ذکر آیا " اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ " اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ...

ترجمہ:۔ قیامت کے دن بعض دوست آپس میں دشمن نکلیں گے۔ سوائے متقیوں کے۔ ارشاد ہوا کہ وہ یاری فسق کے سبب رہی ہوگی۔ کل ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، اس وقت یہ شعر زبان مبارک پر آیا۔

ترا دشمنانند ایں دوستاں
کہ یارند در بادہ و بوستاں

یہ شراب اور باغ کے ساتھی تیرے دوست نہیں دشمن ہیں۔ [فوائد الفواد۔ ملفوظات حضرت محبوبِ الٰہیؒ

مناقب

بہ شانِ حضرت مولانا محی الدین احمدؒ

درمنقبت خواجۂ مکھدی پیرومرشد خود ما قال اعلام ارشادہ رافعتہٗ وابقاہ اللہ مفیداً مادام الایام واللیالی باقیۃً

مولانا شمس الدین اخلاصیؒ

بہ انساں کہ چوں یک تن آراستند	۱	چو چشم امّتِ مصطفیٰ خواستند
دریں چشم چوں دیدہ رَامرُ دَمک	۲	بود خواجۂ پاک سیرت ملک
کہ در مُلکِ اِزْ شَاذْ شد سایہ دار	۳	سرانِ زماں بر دَرَش باجدار
چو یوسف زِبُرجِ سعادت مہے	۴	بہ مصرِ مکھدست نامے شہے
زِ فضلِ الٰہی بہ سر تاجِ اُو	۵	جہانے بہ دیدارِ محتاجِ اُو
بود رُوْدِ نیلش زِ دریائے سند	۶	عزیزے تر اَزْ نیک نامانِ ہند
چو یعقوب عالم پُر اَزْ عشقِ اُو	۷	صدف ہائے دِل اَزْ درصدقِ اُو
بہ نام آمدہ محی اسلام و دیں	۸	بہ پیشش غلام ست خدمت گزیں
گرامی زِ مسند نشینندگاں	۹	گزیدہ تر اَزْ دست گیرندگاں
اَزُوْ رُونق وزیب دارست صدر	۱۰	منور رُخش ہم چو تابندہ بدر
نباید زِ من وصف در خورد اُو	۱۱	نیم لائق نامِ دِل بُردِ اُو
عبارت زِاُوصافِ اُوقاصراست	۱۲	بہ تحریر شاں کے قلم قادر است
درِ نادر آمد زِ بحرِ کمال	۱۳	عجب گوہر آمد زِ کانِ جمال
بہ ذاتِ خود آں ہست دُرِّ ثمیں	۱۴	کہ باشد سزاوار ہر آفریں
کہ بے مِثل خور بر زمیں تافتہ	۱۵	اَزُو روشنی روئے دِیں یافتہ
صلا در جہاں دادہ ہم چوں خلیل	۱۶	دواں لقمہ جو یانش از ہر سبیل
ازاں خضر سیما خورِ تابناک	۱۷	بر آمد زِ انوارہا روئے خاک
بہ اُمید آں کا ورد یک نظر	۱۸	سرِ سروراں اُو فتادہٗ بدر

بہ بحرِ علوم آں شناور بود	۱۹	کزو نکتۂ نادر رُخ آور بود
چہ گویم بود حوت علم الیقیں	۲۰	علَم بر کشیدہ بحق الیقیں
زِ توحید باشد سخن راندنش	۲۱	زِ عرفاں بود گنجے افشاندنش
بہ قُدسی چو ہم آشیاں می شود	۲۲	زِ امکانِ جمیت جہاں می شود
برآید چو یعقوب اُزو رمزِ شوق	۲۳	پنائے مریداں در آید چو طوق
زِ صورت گہش می رباید مرید	۲۴	بہ اسرارِ حقش دہد چشم دید
بہ صدق و اِرادَت گہے رہنما	۲۵	گہ اَز مہر شربت نماید عطا
بود لجۂ بحرِ وَحْدَت دِلش	۲۶	صدف دار کثرت بود ساحلش
خدایا بہ پیراں جواں دولتاں	۲۷	کہ تا ہست باقی زمیں و زَماں
نگہدار باقی بہ حفظِ خودش	۲۸	زِ آسیبِ دَہرو زِ چشمِ بدَش
کہ آمد چراغِ شبستانِ دیں	۲۹	جزو ہست تاریک روئے زمیں
بہ خنداں گلے اَزْ رَضائے خودش	۳۰	کرم خاص کُن اَز بقائے خودش
نسیمِ مُرادَش چو بوئے دِہد	۳۱	گلش ہر زَماں تازہ روئے دِہد
سعادت بہ اخلاصی آرد پیام	۳۲	زِ شہ دولتے رُو کند با غلام
بہ دِہ ساقی اکنوں کہ جاں باقی است	۳۳	مئے کو زِ پیرِ مغاں باقی است
کہ یکدم چو در ذوقِ مستی رَوَم	۳۴	دریں شغل اَز یاد ہستی رَوَم

(جنگ نامہ منسوب بہ قاسم نامہ)

☆☆☆☆☆

منقبت حضرت خواجہ محی الدین احمدؒ

پروفیسر بشیر احمد رضوی

حضرت خواجہ غلام مُحی دیں
جمع اوصافِ اربابِ یقیں

عارفِ حق رازدارِ مصطفیٰ
واقفِ اسرار قرآنِ مبیں

ہاشمیت از جمالش ظاہر است
آفریں بر عِلم و حِلمش آفریں

زینتِ سجّادۂ اہلِ بہشت
شہ سلیماں را چہ زیبا جانشیں

شاہِ اللہ بخش را دمساز بود
بر درِ پاکش بیا انداز بیں

بحرِ عِلمِ فقہ و قرآن و حدیث
کنزِ اَسرار و رُمُوزِ عارفیں

سینہ اَش روشن زِ نُورِ معرفت
رَمزِ ایماں دَر دِماغَش جاگزیں

در شبِ اُو نُورِ طاعت جلوہ ریز
روزش از علم و مَعارف مُستبیں

سَالہا بہ گزشت بعد اَز رِحلتش
فیض یابم اَز مزارش ہم چنیں

ہستم اَز جمع گدایانش بشیرؔ
اَز نِگاہش یافتم نُورِ یقیں

☆☆☆☆

ملفوظاتِ پیر پٹھان شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

۱۔ اگر شرع میں "مین" نہ ہو تو باقی "شر" رہ جاتا ہے۔

۲۔ "الشّریعۃ کلّھا ادب" شریعت تمام اَدب ہے۔ اِسی طرح فرمایا۔ "التصوّف کلّہٗ ادب" تصوّف بھی سارے سارا ادب ہے۔

۳۔ اللہ کا عشق عجیب نعمت ہے۔ جس کسی کو نصیب ہوا اُس نے دونوں جہانوں سے ہاتھ جھاڑ لیا۔ چناں چہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت
ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

بہ حضور حضرت خواجہ غلام محی الدین مکھڈیؒ

محمد انور بابر چشتی سلیمانی

اے محی الدین خواجہ ! ذی وقار
نابغۂ عصر ، فخرِ روزگار

عشق سے روشن ترے داغِ جگر
ذکرِ حق ، یادِ نبی سے تھا قرار

خواجگانِ تونسوی سے فیضاب
نسبتِ پیر پٹھانؒ سے ہے نکھار

حضرتِ محسنؒ ، براہیمؒ و میاںؒ
دُودمانِ چشتیہ کے ہیں نگار

جانشینِ حضرت خواجہ مکھڈ
باعمل صُوفی ، معلّم بُردبار

اللہ اللہ ! سُنتِ خیر الوریٰ
ہیں گزرتے آپ کے لیل و نہار

عارفِ باللہ ترے اہلِ وعیال
سب پہ ہے تیری عنایت بے کنار

آپ کے شاگرد پڑھتے جب نماز
سامنے ہوتا تھا کعبہ آشکار

کون بھولے گا کرامت آپ کی
جانتے تھے دِل کی باتیں بے شمار

سوئے حق تیرہ اٹھتیس (۱۳۳۸ھ) کو گئے
خُلد میں دیکھی مدینے کی بہار

آپ کا مرقد بنا دربار میں
حضرتِ مولاناؒ کو ہے تجھ سے پیار

جسم فانی لیکن جاں کو ہے بقا
جسم وجاں دونوں مرے تجھ پر نثار

معتقد ساجد، امین ، بآبر ترے
سیّدی و مُرشدی والا تبار!

☆☆☆

تاریخ ہائے وصال

تاریخ وصال

خواجہَ ما بہ عز و جاہ و جلال
شُد زِ دنیا بہ اوجِ علیین

ترویہ صبحِ ساعتِ نیکو
سالِ جامع غلام محی الدین
(۱۳۳۸ھ)

فاضلِ دہر واصلِ کامل
نامور بود شیخ مہدین

شد بہ گلزار خلد واجد وصل
بلبلِ گل غلام محی الدین

چشمہَ فیضِ او مدام آباد
والیِ وصل باغِ زین الدین

قطعہ تاریخِ وصال حضرت مولانا صاحب

[حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ]

مولانا شمس الدین اخلاصیؒ

قدوۃ الاولیاؑ والفضلاؑ
منبع الفیض مجمع الحسنات

زاہدِ بے ریا فریدِ زماں
رہبرِ خلق قامع البدعات

شیخِ اعظم غلام محی الدین
حاجیٔ کعبہ قبلۂ حاجات

آہ کز دید ہائے مشتاقاں
گشت پنہاں جمالِ او ہیہات

چید از بزم نور شمعِ ہدا
شد فرو ہشتہ دامنِ ظلمات

ترویہ روز با مداد سعید
دید اجل و چشید جامِ ممات

سالِ ترحیل او خرد گفتا
با اجل گشت واصل بجّنات
۱۳۳۸ھ

سالِ ماتم رسید در دُنیا
شادمانی رسید در جنّات
۱۳۳۸ھ

پس بہ تکرار گفت شمس الدین
بود مغفور واصلِ خیرات
۱۳۳۸ھ ۱۳۳۸ھ

☆☆☆☆☆

مکتوبات

حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ

[عکسی]

فاص تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی

بمطالعہ محمد درویش خان رفیع الشان عطا محمد خان

خلف خان صاحب ... خان صاحب ...

در آید مرسلہ فقیر ... محی الدین ...

حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کے روضہ انور کا اندرونی منظر

کلام

بلبلا! خوش خبر اَز جانبِ گلزار بیار　　بوئے گُل گر نہ نرسد اَز چمنش خار بیار

واعظ اَز جنت و طوبیٰ چہ دہی یاد مرا　　شمہ از وصفِ رُخ و قامتِ دِل دار بیار

عقل دیوانہ شد از پند و نصیحت بہ گزشت　　بندش اَز سلسلۂ زلفِ شکن دار بیار

عود و عنبر بہ چہ کار آیدم اے بادِ صبا!　　بوئے اَز پیرہنِ آں گُلِ بے خار بیار

دِلم افسردہ شد اَز تیرگیِ قیل و مقال　　ساقیا! جامِ لب لعلِ رُخِ یار بیار

صوفی از کشف و کرامات مزن لاف و دروغ　　نکہتے بوئے خوش و مُشک اَز دَہنِ یار بیار

دردِ عشقِ تو ندارد بہ بجز ایں دَرد دَوا　　حالِ ایں عقدہ زِ زندانِ قدَح خوار بیار

کشتۂ عشقِ وے از تیرِ اَزل یافت خبر　　کشف ایں راز زِ منصورِ دِل افگار بیار

ترکِ عشق از دِلِ منصور میّسر نہ شود　　گر تو معذور نداری رسن و دار بیار

عالمِ مُردہ بیک عشوہ چرا زندہ نہ د　　ایں حکایات بہِ عاشقِ کش عیّار بیار

در رہِ عشق زِ تقوٰی و ورع لاف مزن　　نالۂ دَرد و فغاں ، سینۂ افگار بیار

مولوّی چند نہی دام بہ تسخیرِ عوام

دِل آتش زدہ و دیدۂ خوں بار بیار

(حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ)